قابل رشک اعمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ . رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ . [البخاری: ٥٠٢٦۔ مسلم: ١٨٩٤/ ٢٦٦/ ٨١٥]

’’صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا چاہیے: ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی تو وہ اس کو رات اور دن کے اوقات میں تلاوت کرتا اور اس کا حق ادا کرتا رہتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کو حق کی راہ میں دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔‘‘

یعنی جب کوئی شخص کسی کو قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا یا اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا دیکھے تو اس پر اپنے دل میں رشک کرے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس نعمت سے نواز دے تو میں بھی دن رات اس کی رضا کے لیے اسی طرح کروں۔

بڑے بڑے گناہ

(٤٦)...... عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ - رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ - قَالَ: قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! اَیُّ الذَّنْبِ أَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ؟ قَالَ: أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَكَ، قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْیَةَ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ، قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَصْدِیْقَھَا: ﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ﴾

[الآیۃ، الفرقان: ٦٨ - البخاری: ٦٨٦١ - مسلم: ١٤٢/ ٨٦ - ابوداؤد: ٢٣١٠ - ترمذی: ٣١٨٢]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالاں کہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ اس نے عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو اس ڈر سے قتل کر ڈالو کہ وہ آپ کے ساتھ کھانا کھائے گا۔ اس نے کہا: پھر کون سا گناہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمادی: ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دیگر معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہو اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ بدکاری کرتے ہیں۔''

کبائر، کبیرہ کی جمع ہے یعنی بڑا گناہ۔ گناہوں کی دو قسمیں ہیں: کبائر، صغائر۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ ﴾ [النساء: ٤/ ٣١]

''اگر تم بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے جن سے تم کو منع کیا جا رہا ہے تو ہم تمہاری برائیاں دور کر دیں گے۔'' اسی طرح احادیث میں بھی کبائر کا ذکر ہے جس طرح اوپر مذکور حدیث میں موجود ہے۔ نیز احادیث میں نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال کے برائیوں کا کفارہ بننے کا ذکر آتا ہے۔ یہ بھی چھوٹے گناہ ہیں۔

صغائر اور کبائر کی حد بندی میں اختلاف ہے راجح بات یہ ہے کہ یہ وہ گناہ جس کے کبیرہ ہونے پر نص ہے یا جس پر آخرت میں عذاب کی وعید آئی ہو یا جس پر اللہ کی لعنت یا غضب کی سزا سنائی گئی ہو، یا اس پر کوئی حد مقرر کی گئی ہو، یا اس کو شدید برا قرار دیا گیا ہو اور اس کو موجب فسق قرار دیا گیا ہو۔

کبائر میں کچھ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے جیسے کفر اور شرک۔ کچھ استغفار اور نیکیوں سے معاف ہوتے ہیں یہ صغائر ہیں۔ کچھ گناہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اپنے حقوق معاف کر دے گا چاہے وہ کبائر ہوں۔ اور کچھ گناہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں وہ اگر دنیا میں معاف نہ کرائے گئے اور نہ ہی اصل چیز یا اس کا متبادل ادا کیا گیا تو ظالم سے اس کی زیادتی کے مساوی نیکیاں لے کر حق دار کو دی جائیں گی۔ پھر مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی، یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو معاف کر کے مظلوم کو اپنی طرف سے اپنے انعامات دے کر راضی کر دے گا۔

فہرست

توبہ کی ترغیب

﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدة: ۵/۷۴]

''کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

لمبی عمر کے باوجود توبہ نہ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً .

''جس شخص کی موت کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے کردیا یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے تمام عذر ختم کردیتا ہے۔''

گھر کے اندر جانے کی دعا

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر میں داخل ہوتو یہ دعا پڑھو پھر السلام علیکم کہہ کر اپنے گھر میں داخل ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا .

''اے اللہ! میں تجھ سے گھر میں جانے اور گھر سے نکلنے کی خیر اور بھلائی مانگتا ہوں۔ہم اللہ کے نام سے گھر کے اندر گئے اور اللہ ہی کے نام سے باہر آئے اور اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا۔''

30 مئی تا 05 جون 2008ء......(760)......24 جمادی الاولیٰ 1429ھ

قابل تحسین کوششیں

اداریہ ——— حافظ احمد شاکر

بے غرض تجزیہ نگاروں، دردمند اصحابِ دانش، باخبر اہل علم، رسائی پانے والے کالم نگاروں اور مخلص ......شاید کوئی ہو......سیاست دانوں کا مشترک فہم اور متفقہ رائے یہ تھی اور ہے کہ امریکا کا استحکام، وطن عزیز اور افغانستان کے عدم استحکام میں مضمر ہے۔ اس مقصد میں اس کی پالیسی اب تک کامیاب چلی آ رہی ہے کیوں کہ اس نے دونوں ممالک ...... کے ہر شعبے اور ہر طبقے ...... میں اپنے مفادات کے محافظ تلاش کر لیے ہیں جو چند ٹکوں اور فانی دنیا کی فانی عیش وعشرت کے عوض دین، وطن اور قوم سے غداری کا ارتکاب کر گزرتے ہیں۔

کئی سالوں سے عالمی سیاست اور طاغوتی فکر کا ادراک رکھنے والے اصحابِ علم، سیاست دان، حکم ران اور دین و وطن کے دیگر وفادار یہ محسوس کر رہے ہیں کہ عالمی طاغوت وطن عزیز میں ...... خاکم بدہن ...... خانہ جنگی کرانے کی سرتوڑ کوشش میں ہے۔ ساری کوتاہیوں، بے عملیوں اور بداعمالیوں کے باوجود اللہ کی مشیت سے ملک کے مخلص نادیدہ ''محافظ ہاتھ'' اسے اس ابتلاء سے بچانے کی بھرپور کوششیں کرتے رہے اور ہمارا خیال ہے کہ وہ من حیث المجموع اب تک اپنی اس کوشش میں کامیاب ہیں، تاہم پھر بھی مخالف قوتوں اور اسلام دشمن عناصر کی ملی بھگت سے گزشتہ سال انہی دنوں جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں تاریخ کے بدترین ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا، حکم رانوں کی قہرمانی اور سیاست دانوں کی خودغرضی اور سنگ دلی کے باوجود دینی حلقوں یعنی اصحابِ منبرو محراب کی یہ کوشش قابل تحسین ہے کہ انھوں نے تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کو اشتعال نہیں دلایا کہ کہیں طاغوت اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو جائے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ سے اب تک کتنے ہی مرحلے آئے بلکہ لائے گئے کہ کہیں کوئی چنگاڑی بھڑکے اور اس کو شعلہ جوالہ بنا کر ......اللہ نہ کرے......اس ارضِ پاک کو بھسم کر دیا جائے لیکن منصوبے بنانے والے عموماً بھول جاتے ہیں کہ مارنے والوں سے بچانے والا زیادہ طاقت ور ہوتا ہے اور یہ کہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔

امریکا اپنے مفادات کے حصول کی خاطر گزشتہ سال سے مسلسل کوششیں کر رہا ہے، جامعہ حفصہ کے علاوہ کراچی میں بارہ مئی کا کشت وخون، اٹھارہ اکتوبر کا کراچی دھماکہ، ۲۷ دسمبر کا راولپنڈی دھماکہ، اور پھر کراچی میں وکیلوں کو زندہ جلائے جانے کا حادثہ یہ سب اس کی ایسی ہی کوششیں تھیں۔ اس نے اس مقصد کے لیے جلاوطن سیاست دانوں سے سودے بازی بھی کی لیکن اس کی بیل منڈھے نہ چڑھی۔ اب حکومت نے مفاہمت کے نام سے جو کھیل کھیلا ہے وہ یہ سب حربے وطن عزیز میں فتنہ انگیزی کے لیے آزما رہا ہے۔ ان پے در پے حوادث کے بعد وطن عزیز بلکہ انتخابات جیتنے والے سیاسی لیڈر اور جماعتیں پھر اس دوراہے پر کھڑی ہوگئی ہیں کہ وہ وطن کے مفادات کو مقدم رکھتی ہیں یا ذاتی اور جماعتی مفادات کو۔ ایسے ہی میاں نواز شریف کو......سابقہ......حکومت نے بہ امر مجبوری وطن آنے کی اجازت دی تو انھوں نے پہلے چند ہفتوں میں بار بار سیاسی موقف خصوصاً انتخابات میں بحیثیت جماعت حصہ لینے یا نہ لینے کے، تبدیل کیے جو اس وقت مناسب تو محسوس نہیں ہو رہے تھے لیکن آنے والے وقت میں اندازہ ہوا کہ ان کے بار بار موقف تبدیل کرنے کی وجہ وطن عزیز میں سیاسی جماعتوں میں باہمی چپقلش سے اجتناب تھا۔ چناں چہ سدا کی حریف پیپلز پارٹی سے ان کے مذاکرات بایں معنی کامیاب رہے کہ وہ اپنے بنیادی موقف......عدلیہ کی بحالی...... میں پی پی پی کو ہم نوا بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس نادر الوجود اتحاد کو ذرائع ابلاغ نے مثبت انداز میں بھرپور نمایاں کیا اور اس نے پذیرائی بھی خوب پائی جسے حکومتی اتحاد کہا جانے لگا۔ حکومت بن گئی، کابینہ تشکیل پاگئی اور حکومت رینگنے لگ گئی حتی کہ حکومتی اتحاد کے سربراہوں کو عدلیہ کی بحالی کے لیے

۱۰ مئی کی تاریخ کا اعلان کرنا پڑا۔۱۰ مئی تک کئی نازک مقام آئے لیکن ہماری خوش گمان قوم امیدوں کے جھلملاتے چراغوں کو گل ہونے سے بچاتی رہی تا آنکہ ۱۰ مئی کا دن سر پر آ گیا اور حکومتی اتحاد کے بنیادی فریق سیاسی معاہدے کو سیاسی بیان کہنے لگے جب کہ لفظوں کا یہ ہیر پھیر عوام میں قبولیت نہ پا سکا اور عوام عدلیہ کی بحالی کا واضح مطالبہ کرنے لگے۔اس دوران مہنگائی نے بھی خوب سر اُٹھایا اور اُدھم مچایا مگر مہنگائی کے غوغے میں عدلیہ کی بحالی کا ایشو ساری کوششوں کے باوجود دب نہ سکا حتی کہ عدلیہ کی بحالی میں متذبذب فریق نے روٹی، کپڑے اور مکان کو بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی لیکن انھیں اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور عوام ۳ نومبر ۲۰۰۷ء کی عدلیہ کی بحالی سے کم کسی موقف پر قائل نہ ہو سکے۔لیکن افسوس کہ ۱۰ مئی کے بعد حکومتی اتحاد میں پہلا رخنہ یہ پڑ گیا کہ مرکز میں شامل ن لیگ کے وزراء نے وزیر اعظم کو استعفیٰ پیش کر دیے۔یہ اتحاد اب زمین و آسمان کے درمیان لٹکا ہوا ہے اور اونٹ ابھی کسی کروٹ بیٹھ نہیں رہا۔لیکن ہم حسن ظن یہ رکھتے ہیں کہ حکومتی اتحاد کے سربراہ اور دیگر سیاسی جماعتوں کے قائدین مل بیٹھ کر کوئی ایسی راہ ضرور نکالیں گے کہ طاغوت برسوں کی اپنی پرورش کردہ خواہشات میں کامیاب نہ ہو سکے۔اگر وطن سلامت رہے، قوم متحد رہے تو ذاتی مفادات وقتی طور پر اگر نہ بھی پورے ہوں تو ان کی امید باقی رہتی ہے کہ دنیا قائم ہی امید پر ہے۔یاد رہے کہ دین وملت کے مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینے والے افراد کا ہی نام دنیا میں باقی رہتا ہے۔ایک بات واضح رہے کہ عوام کی عدلیہ کی بحالی کی خواہش کا معنی عدل کا حصول ہے، یعنی وطن عزیز کا ہر فرد عدل وانصاف سے بہرہ ور ہو جائے کہ ارشادِ ربانی کے مطابق عدل تقویٰ سے قریب تر ہے اور عدل ہی مسلمانوں کا وہ امتیاز ہے جس کی ہم سری اب تک کوئی قوم نہ کر سکی نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشہور ہے کہ کفر کی حکومت تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کی نہیں۔

جس کھیت سے............

دنیا اس وقت خوفناک غذائی بحران سے دوچار ہے۔پاکستان دنیا کے ان چند خوش نصیب ممالک میں سے ہے جہاں غلہ...... چاول، گندم، سبزیاں اور چینی...... کی پیداوار قابل رشک سمجھی جاتی ہے۔لیکن حدیث مبارک ((ولا یملأ جوف ابن آدم إلا التراب)) (کہ انسان کا پیٹ صرف......قبر کی...... مٹی ہی بھر سکتی ہے۔) کے مصداق ہر دور کے ہمارے مقتدر حضرات عوام کی ضروریات سے بے نیاز رہ کر کچھ انتخابی اخراجات کی وصولی اور کچھ جمہوری استمتاع......یعنی ترقیاتی فنڈ...... کے نام پر حکومت کی بے پایاں عنایات سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں، اور ھل من مزید کا آوازہ بلند رکھتے ہیں۔کیوں کہ اقتدار کا بٹیرا جس کے ہاتھ میں جب بھی آ جائے وہ اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، مثلاً جو چینی جنرل ضیاء الحق کے ۱۱ سالہ دور میں -/۱۱ روپے سے -/۱۲ روپے تک رہی وہ عوامی دور میں -/۱۸ سے -/۲۰ روپے تک پہنچ گئی۔"قرض اتارو ملک سنوارو" کے دور میں -/۲۴۰ سے آٹے نے چھلانگ لگائی اور -/۴۰۰ روپے تک پہنچ گیا اور پھر حکمرانوں نے "عوام کی بھلائی" کی خاطر -/۳۶۰ روپے کر دیا۔ایسے ہی حکمرانِ بجلی، پانی، گیس وغیرہ کی قیمتوں کی چھلانگیں لگواتے رہے تا آنکہ حقیقی جمہوریت، خوش حال اور زمینی حقائق سے باخبر پاکستان کے دور میں گندم کی پیداوار کے غلط اعداد وشمار شائع کر کے حکمرانوں اور حکومتی اتحادیوں نے سستے داموں گندم باہر بھیج کر دوبارہ پاکستان منگوائی، جس سے "خوش حالی" نے مزید زقند لگائی اور گندم کے نرخ -/۵۰۰، -/۶۰۰ اور اب بعض علاقوں میں -/۸۰۰ روپے من تک پہنچ چکے ہیں۔یہ بپتا کہنے اور لکھنے کا مقصد موجودہ حکومت سے یہ کہنا ہے کہ از راہِ کرم نو منتخب ممبران قومی وصوبائی اسمبلی کو ترقیاتی فنڈ اور پیکج دینے کی بجائے عوام کو خوراک، بجلی، پانی اور ایندھن میں سب سڈی دے کر عوام کی دعائیں لیں وگرنہ غربت سے خودکشیاں ہوتی رہیں گی، ڈاکے پڑتے رہیں گے تو ان ترقیاتی فنڈز کا فائدہ ترقیاتی قرضے دینے والے ممالک اور ملٹی نیشنل کمپنیاں ہی لے جائیں گی۔پاکستانی عوام تو پھر بھی بھوک سے ہی مرتے رہیں گے۔اور اللہ نہ کرے کہ عوام علامہ اقبال کے اس شعر کو لولوگو بنا کر سڑکوں پر نکل آئیں کہ

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی　　　اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

الاصــــلاح

شیخ عمر فاروق

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ، قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ ﴾

[ابوداؤد، رقم الحدیث: ٤/ ٤٩١٩]

''سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کیا تمھیں ایسی بات کی خبر نہ دوں کہ جو فضیلت وثواب کے لحاظ سے صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ وصدقات سے بہتر ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، جی ہاں! ضرور، ارشاد ہوا: دو افراد کے درمیان صلح وصفائی کرانا اس لیے کہ اُن کے درمیان لڑائی اور فساد ایسی بات ہے جو دین میں خرابی اور کمزوری کا باعث بنتی ہے۔''

''اللغۃ'':

أَلاِ صَلَاحُ: ''اَصْلَحَ اِلَيْهِ'' کے معنی ''اَحْسَنَ اِلَيْهِ'' کے ہیں۔ یعنی اُس نے ایسا کام کیا جس سے دوسرے شخص کی خرابی اور نقص دور ہوگیا، ایسے امور سرانجام دینا جن میں خیراور بھلائی ہو۔اسی لیے ''اَلصُّلْحُ'' باہمی امن وسلامتی کو کہتے ہیں۔ کیوں کہ زمانہ جنگ کی بہ نسبت، صلح وامن میں معاملات کے اندر توازن قائم رہتا ہے۔ [تاج العروس]

مترادفات:

قرآنِ حکیم میں صلح کے قریب تر لفظ ''سلم'' کا آیا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں:

صلح، الاصلاح کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے اور اصلح بمعنی بگاڑ کو درست کرنا اور صلح اُن فریقین کے درمیان باہمی سمجھوتہ کو کہتے ہیں جن میں پہلے سے بگاڑ، جھگڑا یا لڑائی موجود ہو۔ ربّ کریم کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ [الحجرات: ٤٩/ ٩]

''اگر اہل ایمان میں سے دوگروہ آپس میں لڑ جائیں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو(اور اِس صلح کا طریقہ یہ ہے کہ انھیں قرآن وحدیث کی طرف بلایا جائے اور اُس کی روشنی میں اُن کے اختلاف کا حل تلاش کیا جائے اور اُسے دور کرنے کی سعی بروئے کار لائی جائے۔)''

ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد ہوا:

﴿ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء: ٤/ ١٢٨]

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (باہم مصالحت سے اور آپس میں درگزر سے) صلح کرلیں، صلح تو بہت بہتر بات ہے۔''

''اَلسَّلَمُ'' بمعنی سلامتی، تابعداری اور سَلَمٌ بمعنی نجات پانا، محفوظ ہونا۔ اور سَلَمٌ صلح کرانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ ایسے سمجھوتہ یا صلح کو بھی جو لڑائی یا بگاڑ پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔ ربّ کریم کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لا فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾

''(منافقوں سے وہ لوگ) جو تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف (اے مسلمانو!) صلح وآشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لیے اُن پر دست

درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔" [النساء:۴/ ۹۰]

معلوم ہوا کہ لڑائی یا فساد سے پہلے کے سمجھوتہ کے لیے "سلم" اور بگاڑ واقع ہونے کے بعد باہمی سمجھوتہ کے لیے "صلح" کا لفظ آتا ہے۔

[مترادفات القرآن]

"**اَلْحَالِقَةُ**" (**حَلَقَ، یَحْلُقُ**) سر کے بال اتارنا یا سر مونڈھنا۔ **تَحْلَقُ الشَّعْرِ**، سر کے بالوں کا اتارنا اور **تَحْلَقُ الدِّیْنِ** یعنی دین کو کمزور کرنا۔ [دیکھئے النہایۃ فی غریب الحدیث، ابن الاثیر]

گویا کہ معاشرتی زندگی میں دو افراد یا دو گروہوں کے درمیان صلح وصفائی کرانا اُس معاشرے کے لیے فیض رسانی کا کام ہے۔ جب کہ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا اُن کی ہلاکت اور بربادی کا سامان ہے۔ اسلام چوں کہ امن اور سلامتی کا دین ہے اور مسلمان کی زندگی سراپا امن اور سلامتی کا پیغام ہے اس لیے وہ فساد اور بگاڑ کو مٹا کر اُس کی جگہ اصلاح اور سلامتی کی فضا پیدا کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس نے دین اسلام کو لوگوں کے لیے نازل کیا ہے بار بار صلاح وفلاح کی طرف بلاتا ہے جیسا کہ آپ مندرجہ بالا آیات میں پڑھ چکے ہیں کہ دو مسلمان لڑنے والے گروہوں کے درمیان صلح کراؤ اور کہیں ارشاد ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان رنجش ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کو معاف کرتے ہوئے صلح کی طرف قدم بڑھائیں۔

آیئے قرآنِ حکیم کی چند آیات کا مطالعہ کریں:

توبہ کے بعد اصلاح:

منافقین کے لیے جو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، سخت ترین سزا ہے۔ ہاں جو سچی توبہ کرنے کے بعد اپنی اصلاح کر لیں تو اُن کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ثبت ہو جاتا ہے۔

﴿ **اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا** ﴾ [النساء:۴/ ۱۴۵،۱۴۶]

"بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔ البتہ جو اُن میں سے ثابت ہو جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔"

تقویٰ اور اصلاح......کامیابی کا راستہ:

ارشاد ہوتا ہے:

﴿ **یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** ﴾ [الاعراف:۷/ ۳۵]

"اے اولادِ آدم! یاد رکھو، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمھیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور اپنے اعمال درست کر لے (کتاب وسنت کے مطابق بنا لے) تو ایسے لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

صحت مند معاشرہ:

صحت مند معاشرہ کسے کہتے ہیں؟ ایسا معاشرہ جس میں ہر شخص کی عزت وآبرو محفوظ ہو، اُس کے حقوق کی پاسبانی ہو، وہ سکون اور سلامتی سے وہاں رہ سکے، کہیں اُس کی حق تلفی ہو رہی ہو تو اُسے بلا معاوضہ عدل مل سکے۔ گویا کہ اُسے ہر قسم کے تعلیمی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوں اور وہ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہو اور وہاں کے رہنے والے، ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمخوار مونس اور بہی خواہ ہوں اور سب سے بڑھ کر وہ احکامِ الٰہی کے پابند اور اقامت صلوٰۃ کے نگہبان ہوں، ایسے لوگ ہی تو مصلحین کی صف میں شامل ہیں اور انہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں لازوال اجر ہے اور یہی اسلامی فلاحی معاشرے کے خدوخال ہیں۔

﴿ **وَ الَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ** ﴾ [الاعراف:۷/ ۱۷۰]

''جولوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں (اُس کے احکام کو حرزِ جاں بناتے ہیں) اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں (پانچوں نمازوں کی پابندی وقت کے ساتھ باجماعت سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کرتے ہیں) یقیناً ایسے نیک کردار (صالحین) لوگوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔''

یہ لوگ ہر وقت اور ہر لحہ ''تقویٰ'' سے آراستہ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی صلاح وفلاح کی فکر انھیں ہمیشہ دامن گیر رہتی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی زندگیاں قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہیں۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ ۖ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [الانفال:۱]

''تم لوگ اللہ سے ڈرو اور باہمی تعلقات کی اصلاح کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت (زندگی بھر) کرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو۔''

یتامی کی اصلاح وخیر خواہی:

صحت مند معاشرہ وہی کہلا سکتا ہے جہاں فقراء ومساکین یتامی اور بیوگان ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کی جاتی ہو اور انھیں بے سہارا نہ چھوڑ دیا جاتا ہو۔ اگر ایسے لوگوں کی نگرانی اور نگہداشت نہ کی جائے تو ان کی زندگیاں معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا باعث بنیں گی اور اسلام کسی طرح بھی معاشرتی زندگی کے سکون کو برباد ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتا۔ وہ تو سراسر سلامتی کا دین ہے، غور کیجیے کہ یتامی کے سلسلے میں ربّ کریم کس طرح ہدایت سے نوازتا ہے:

﴿ وَ يَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡيَتٰمٰى ؕ قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَيۡرٌ ؕ وَ اِنۡ تُخَالِطُوۡهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ ﴾ [البقرة:۲/۲۲۰]

''اور آپ سے یتامی کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اُن کی خیر خواہی بہتر ہے، تم اگر اُن کا مال اپنے مال میں ملا بھی لو (کہ تمھاری تجارت پھلے پھولے اور انھیں بھی نفع پہنچے) آخر وہ تمھارے بھائی بند ہی تو ہیں (یاد رکھو!) برائی کرنے والے اور بھلائی کرنے والے دونوں کا حال اللہ پر روشن ہے (وہ خوب جانتا ہے کہ کون کس نیت سے اُن کے مال کو تجارت میں کھپا رہا ہے۔)''

انبیاء علیہم السلام صحت معاشرہ کی بنیاد ڈالتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ سیرتوں کا مطالعہ کیجیے معلوم ہوگا کہ اُن کے دلوں میں لوگوں کی فلاح و بہبود کا کس قدر درد اور احساس ہے، وہ دعوت وتبلیغ میں دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ دُکھ اور مصائب جھیلتے ہیں، مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرتے ہیں اور کبھی گھر بار کو چھوڑ کر وطن سے بے وطن ہوتے ہیں۔ تا کہ لوگ سیدھے راستے پر چل کر اُخروی عذاب سے بچ جائیں، سیدنا شعیب علیہ السلام کتنے درد بھرے لب ولہجہ میں قوم سے مخاطب ہوتے ہیں:

﴿ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَ مَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَ اِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ﴾ [هود:۱۱/۸۸]

''(میری قوم!) میں تو مقدور بھر تمھاری اصلاح کی تمنا رکھتا ہوں اور اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

خاتم النبین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کی اصلاح میں دکھ اور غم کا حال قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ﴾ [الكهف:۱۸/۶]

''اچھا، تو (اے نبی ﷺ) اگر یہ لوگ اِس بات (یعنی قرآنِ حکیم) پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ اُن کے پیچھے اِسی رنج میں اپنی جان کھو دیں گے۔''

اِصلاحِ معاشرہ:

اِصلاحِ معاشرہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے اور لوگوں کی اصلاح انتہائی محنت طلب کام ہے، جس طرح کسی عمارت کی تعمیر بڑی محنت اور مشقت سے ہوتی ہے اسی طرح انسانوں کی تعمیر بڑی محنت اور جانفشانی

سے ہوتی ہے بلکہ اس میں حکمت وفراست، دل کا سوز اور محبت، اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی بھی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ گویا کہ سنگ وخشت کی تعمیر سے انسانوں کی تعمیر کہیں مشکل ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور نرم دلی کا قرآن اس طرح ذکر کرتا ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ [آلِ عمران:۳/۱۵۹]

''(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ اگر کہیں آپ تندخواور سنگ دل ہوتے تو سب آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔''

دعوتِ دین کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ [النحل:۱۶/۱۲۵]

''(اے نبی ﷺ)! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجیے، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔''

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرجائیے، آپ ﷺ نے انتہائی تدبر وبصیرت اور اَخلاق حسنہ سے لوگوں کی اصلاح کا کام کیا اور اُس کے نتائج مفید اور مثبت نکلے، شجرِ اسلام پھلا پھولا اور اُس کے سدا بہار سائے میں نسلِ انسانیت نے راحت اور آرام کا سانس لیا۔

فساد کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جب لوگ ہدایت الٰہی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور وہ خواہشاتِ نفس کے پجاری بن جاتے ہیں تو فتنہ وفساد کی چنگاریاں سلگنے لگتی ہیں، لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے حقوق سلب ہونے لگتے ہیں اور اُس معاشرے میں برائیاں آ کاس بیل کی طرح پھیلنا شروع ہوجاتی ہیں۔ پھر مزید ستم یہ کہ وہاں دعوت واصلاح کا کام بھی رُک جاتا ہے اور لوگوں کی حالت اُس بنجر زمین کی سی ہوجاتی ہے جس میں پیداوار کی بجائے جھاڑیاں اُگ رہی ہوں۔ ربّ کریم نے اس بات کو کتنی سختی سے روک دیا ہے:

﴿ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اُس کی اصلاح ہوچکی ہے اور الٰہ ہی کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرتے ہوئے (تقویٰ کا راستہ اختیار کرو) اور امیدوار رہتے ہوئے (اُس کی رحمت بھی تلاش کرتے رہو) (اور اچھی طرح جان لو) کہ اللہ کی رحمت لاریب نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔'' [الاعراف:۷/۵۶]

''محسنین'' یقیناً وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہیں اُسے خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ یہی نیک طینت پھر لوگوں کی صلاح وفلاح کا کام کرتے ہیں، اس کے برعکس وہ لوگ جو شیاطین کا آلہ کار بنتے ہیں تو وہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن اعلان کرتا ہے:

﴿ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [المائدۃ:۵/۶۴]

''یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں اور اللہ فساد برپا کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔''

گویا کہ مصلحین اور مفسدین کی راہیں الگ الگ ہیں اور ان کے درجات بھی جدا جدا ہیں۔ مصلحین محسنین کی صف میں آجاتے ہیں اور آخرت میں ربّ عظیم سے بہترین جزا کے حق دار ہیں۔ جب کہ مفسدین کا شمار شیاطین کے ساتھ ہے اور وہ بدترین سزا کے حق دار ہیں۔

حدیث مبارک سے استنباط:

آج کی زیر مطالعہ حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ دو آدمیوں کے درمیان صلح وصفائی کرانا صدقہ وخیرات اور صوم وصلوٰۃ سے زیادہ فضیلت وثواب کا باعث ہے۔ کہیں اِس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بس صدقہ وخیرات ہی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ یہ خوش خبری صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو احکام الٰہی کی پوری طرح پابندی کرتے ہیں اور لوگوں کی اصلاح کی بھی پوری طرح کوشش کرتے ہیں۔ وہی لوگ درجہ احسان کو پاتے ہیں۔

ربّ کریم! ہمیں ''محسنین'' کے زمرہ میں شامل فرمادیجیے، آمین۔



(۱)...... زکوٰۃ میں خالص سونے کا اعتبار ہوگا کھوٹ اور ملاوٹ کا نہیں۔
(۲)...... حالت جنابت میں عورت کھانا کھا اور پکا سکتی ہے؟
(۳)...... زندگی میں تقسیم مال کا طریق کار اور کیا خود بھی لے سکتا ہے؟
(٤)...... غلط تقسیم پر ندامت ہو تو عملی طور پر ازالہ کرے۔
(۵)...... کیا شیطان ملائکہ کا استاد تھا؟
(٦)...... کیا سدرۃ المنتہی پر نبی ﷺ جبریل علیہ السلام کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے تھے؟
(۷)...... کیا نبی ﷺ کی امت سے اربوں لوگ بغیر حساب جنت جائیں گے؟
(۸)...... کیا آدم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے معافی مانگی تھی؟
(۹)...... کیا قیامت کے دن یہ کہا جائے گا: لوگو! نظریں جھکا لو حضرت فاطمہؓ آرہی ہیں؟
(۱۰)...... حمل گرانے کی سزا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال: زید اپنی بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے۔لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ زیور ملاوٹ شدہ ہوتا ہے اور موتیوں کا وزن بھی شامل کیا جاتا ہے۔اب زکوٰۃ کے لیے خالص سونے کا وزن نکالا جائے گا یا ملاوٹ شدہ زیور ہی کا وزن ہوگا؟ زیور جس قیمت میں فروخت ہورہا ہو وہ قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالی جائے گی یا جو ریٹ مارکیٹ میں سونے کا چل رہا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ فروخت کرنے کی صورت میں قیمت تھوڑی ملتی ہے۔

جواب: زکوٰۃ موجودہ مارکیٹ ریٹ سے خالص سونے کا حساب لگا کر اداء کی جائے گی موتی اور کھوٹ کسی شمار میں نہیں آئے گا۔

سوال: (حالت جنابت) غسل واجب ہونے کی صورت میں عورت کھانا کھا اور پکا سکتی ہے؟

جواب: جنبی عورت ہاتھ پاؤں دھوکر بوقت ضرورت کھانا کھا اور پکا سکتی ہے۔ملاحظہ ہو سنن ابوداؤد باب الجنب یاکل۔عون المعبود [۱/ ۸۹] میں ہے:

وهذه الاحاديث تدل على اق الجنب له ان يأكل او يشرب من غير التوضى والاغتسال والباب الاٰتى يدل على استحباب التوض فلا منافاة بينهما۔ والله اعلم

سوال: خودحیات، بیوی فوت شدہ، بیٹے چار، بیٹیاں چار، تمام شادی شدہ۔ بڑا بیٹا عرصہ تیس سال سے کاروبار کررہا ہے۔دوسرا بیٹا عرصہ پچیس سال سے کاروبار کررہا ہے۔ تیسرا بیٹا عرصہ بیس سال سے کاروبار کررہا ہے اور چوتھا بیٹا عرصہ پندرہ سال سے کاروبار کررہا ہے۔ پہلا اور تیسرا بیٹا عرصہ بیس سال سے علیحدہ کاروبار کررہے ہیں جب کہ دوسرا اور چوتھا بیٹا باپ کے ساتھ کاروبار کررہے ہیں جب کہ تمام کاروبار مشترکہ ہے۔اب یہ بتائیں کہ قرآن وسنت کے مطابق کاروبار اور دیگر اثاثہ جات کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کیا اپنی مرضی سے تقسیم ہوسکتی ہے اور اس تقسیم پر تمام اولاد بھی متفق ہو۔

[شیخ نصیر احمد، ملتان]

جواب: بالاصورت میں بحصہ برابر جائداد تقسیم کرلی جائے تو درست ہے یا پھر ہر ایک کی محنت کے پیش نظر حصوں کا تعین کردیا جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر سرمایہ کے اصل مالک کا تعین ہوسکے تو جملہ مرابحہ اس

کے لیے ہوگا اور باقی لوگوں کو ان کی محنت کا معقول ثمرہ ملنا چاہیے۔

سوال: اسماعیل بیوی بچوں والا ہے اس کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ اسماعیل کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں (تمام شادی شدہ) ہیں۔ اب اسماعیل اپنی جائیداد اپنی زندگی میں ہی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ ① اس میں وہ اپنا حصہ رکھ سکتا ہے یا نہیں اگر رکھ سکتا ہے تو کتنا؟ ② اولاد میں جائداد کس طریقہ کے مطابق تقسیم کرے گا۔

جواب: اسماعیل اپنی زندگی میں جو جائداد اولاد میں تقسیم کرنی چاہے کرسکتا ہے۔ راجح مسلک کے مطابق ذکور واناث میں برابری ضروری ہے۔ اس طرح موہوبہ جائداد کے پانچ حصے ہوں گے۔ فی کس ایک حصہ ملے گا اور والد کو اس بات کا اختیار ہے جتنی جائداد چاہے اپنے پاس رکھ سکتا ہے شرعاً کوئی پابندی نہیں۔

سوال: میں مسمی محمد رفیق حاجی محمد دین کا حقیقی بھتیجا ہوں اور حاجی محمد دین ضعیف العمر ہے۔ ان کی بیوی نے انھیں بہلا کر ان کی ملکیتی زمین اپنے نام انتقال کروالی ہے اور حاجی محمد دین صاحب کو جب اس حقیقت کا علم ہوا ہے تو وہ بڑے پریشان ہیں۔ اب وہ شرعی لحاظ سے اس کا حل چاہتے ہیں کہ اب میرے کیا کرنے سے مجھے سرخروئی ہوسکتی ہے؟

جواب: زندگی میں انسان کو اگرچہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے۔ تاہم دوسرے ورثاء کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ متوقع حق سے بھتیجے کو محروم کرنا درست نہیں ایک روایت میں ہے:

من قطع میراث وراثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ ۔

[مشکوۃ باب الوصایا]

لہٰذا موصوف کو اس انتقال وراثت پر نظر ثانی کرنی چاہیے کیوں کہ آخرت کا معاملہ انتہائی پر خطر ہے۔ اللہ ربّ العزت ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اب اس امر کا شرعی حل یہ ہے کہ متعلقہ محکمہ سے انتقال وراثت ختم کرادیں پھر دونوں میں سے ہر ایک کو جو چاہیں ہبہ کردیں، یا کل جائداد اپنے پاس رکھیں۔ آپ کی موت کے بعد بیوی کے لیے چوتھا حصہ ہوگا اور باقی کا حصہ ارعصبہ کی حیثیت سے آپ کا بھتیجا محمد رفیق ہوگا۔

سوال: ایک مولوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے بتایا شیطان فرشتوں کا استاد ہے۔ یہ بات پاکستان بننے سے پہلے بھی ایک ایک امام مسجد نے بتائی تھی، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: تفسیر طبری [۹/۳۲۲] تفسیر ابن کثیر [۵/۱۶۸] میں ایسے آثار واقوال موجود ہیں۔ اکثر و بیشتر ان کا تعلق اسرائیلات سے ہے۔ ایسی خبروں کی تین قسمیں ہیں:

①......جن کو اسلام نے برقرار رکھا اور اس کی سچائی کی شہادت دی ہے۔ یہ برحق ہیں جس طرح کہ صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث الاصبع ہے۔

②......جس کا اسلام نے انکار کیا ہے اور اس کے جھوٹ ہونے کی گواہی دی ہے۔ یہ باطل ہے جس طرح کہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ولد الاحول مروی ہے۔

③......جس کا اسلام نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا اس میں توقف ضروری ہے۔ اس کی مثال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم ۔ الخ

شروع میں مشار الیہ آثار تیسری قسم سے ہیں مزید چھان بین کی ضرورت ہے۔

سوال: معراج کی رات سدرہ کے قریب جبریل نے کہا میں آگے نہیں جاسکتا ورنہ میرے پر جل جائیں گے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے گئے، کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: مولانا بستوی رحمہ اللہ نے اسلامی خطبات [۱/۲۲۰] میں شفاء الصدور کے حوالہ سے ایک ایسی روایت نقل کی ہے تاہم اس پر صحت کا حکم لگانا مشکل امر ہے۔

سوال: حدیث میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب جنت میں جائیں گے پھر آپ دعا کریں گے تو ہر آدمی کے ساتھ مزید ستر ہزار جنت میں جائیں گے۔ اس طرح کئی ارب بغیر حساب جنت میں

جائیں گے۔

جواب : بعض روایات میں اس امر کی تصریح ہے لیکن وہ ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری [۱۱/ ۵۰۰]

سوال : آدم ﷺ نے اپنی غلطی کی معافی کے لیے محمد ﷺ کے واسطے سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا آپ کو یہ نام کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے بتایا جب میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔

جواب : اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔ حاکم نے کتاب الضعفاء میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس پر تعجب کیا ہے کہ حاکم نے اس روایت کو کیسے نقل کر دیا جب کہ خود انھوں نے اپنی کتاب المدخل الی معرفۃ الصحیح من السقیم میں ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع احادیث کی روایت کرتے تھے۔ امام احمد، ابوزرعہ، ابوحاتم، نسائی اور دارقطنی سب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابوحاتم بن حبان نے کہا عبدالرحمٰن بے خبری میں احادیث کو الٹ پھیر کر کے بیان کرتا تھا۔ مرسل کو مرفوع بنا دیا اور موقوف کو مسند۔

نیز حاکم اکیلا جب کسی حدیث کو صحیح کہے تو اس کی کوئی قیمت نہیں جب تک امام ذہبی اس کی تائید نہ کریں۔ امام ذہبی نے ان کی صحت پر سخت اعتراضات کیے ہیں۔

سوال : حشر کے دن اعلان ہوگا محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ آ رہی ہیں نظریں نیچی کرلو۔

جواب : یہ روایت انتہائی ضعیف ہے بلکہ موضوع من گھڑت ہے۔ حاشیہ مستدرک رقم الحدیث [۴۷۲۸/۳] ضعیف الجامع الصغیر رقم الحدیث [۶۶۷] العلل المتناہیہ [۱/ ۲۶۰۔۲۶۴] کنز العمال رقم الحدیث [۱۱/ ۳۴۲۱۴]

سوال : مفتی صاحب میں حمل ساقط کروا بیٹھی ہوں اس پر کتنا کفارہ واجب ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب : حمل ساقط کرنے سے ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں کا قصہ صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا جس سے وہ بھی مرگئی اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی مرگیا۔ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ اس بچے کی دیت ایک غلام یا ایک لونڈی ہے۔ آپ ﷺ نے عورت کی دیت کی ذمہ داری اس (قاتل عورت) کی برادری پر ڈالی۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسقاط کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس قسم کے مقدمہ میں ایک غرہ یعنی غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کوئی گواہ لائیں جو آپ کے ساتھ گواہی دے۔ تب محمد بن مسلمہ نے (اس کی تائید میں) گواہی دی۔ [متفق علیہ]

واضح ہو کہ فقہائے امت نے غرہ کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ بیان کی ہے۔ یعنی پانچ اونٹ یا سونے کے پچاس دینار یا چاندی کے چھ سو درہم اس کی روشنی میں غرہ کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے۔ مثلاً یہ دیکھا جائے کہ گرام سونے کی کتنی قیمت ہے پھر اس قیمت کو پچاس سے ضرب دی جائے یا یہ معلوم کیا جائے ایک (اوسط درجے) کی اونٹنی کی قیمت کتنی ہے پھر اسے پانچ سے ضرب دے لی جائے اس طرح دیت کی رقم معلوم ہوجائے گی۔ [بحوالہ فتاویٰ فقہائے شریعت اسمبلی امریکہ]



مولانا عبدالرحمٰن ناصر کی وفات

مولانا حکیم عبدالرحمٰن ناصر صاحب (گہلن ہٹھاڑ ضلع قصور) ۱۰۔مئی ۲۰۰۸ء کو ۹۵ برس کی عمر میں وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم علاقے کی بزرگ شخصیت تھے۔ قدیم علماء کے واقعات بڑی روانی سے سناتے تھے۔ طبیب بھی اچھے تھے۔ ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب نے پڑھائی۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔ نیز دارالحدیث راجووال اوکاڑا میں مولانا محمد رمضان سلفی ایڈیٹر تنظیم اہل حدیث لاہور کی وفات پر ایک تعزیتی اجلاس میں دعائے مغفرت کی گئی اور مرحوم کی صحافتی خدمات کو سراہا گیا۔

[(مولانا) عنائت اللہ امین، مدرس دارالحدیث راجووال]

دین میں حدیث نبوی کا مقام اور اس کی حفاظت کا معجزانہ انتظام

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ، اسلام آباد

④...... چوتھے اس کی حفاظت کا وعدہ کر کے اسے ہمیشہ کے لیے دوام وثبات بخشا اور واجب القبول والعمل ٹھہرایا اور بتایا کہ کامیابی کا یہی ایک ذریعہ ہے:

﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الاعراف: ۱۵۷]

''تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت اختیار کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی، جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

کیا کہیں اشارہ بھی ہے کہ اس ایمان، رفاقت، مدد اور اتباع کی کوئی مدت مقرر ہے؟ یا یہ کسی زمانے تک محدود ہے؟ یا یہ نور ہدایت صرف قرآنِ کریم تک محدود ہے؟ رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ وحی کی صورت میں نازل ہوا وہ واجب الاتباع اور ذریعہ نجات ہے، وہ کتاب اللہ ہو یا حدیث وسنت رسول اللہ ﷺ۔ کتاب اللہ میں اس کے متعدد واضح دلائل ہیں کہ کتاب اللہ کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی الٰہی کا یہ مجموعہ ہی انسانی ضروریات کا کفیل ہے۔ اب انسان علم وفضل، تعمیر وترقی، تہذیب وتمدن، صنعت وتجارت، فہم وفراست اور ادب وثقافت میں جس قدر بھی وسعت اختیار کر لے اس کی جسمانی وروحانی تعلیم وہدایت کی جملہ ضروریات کے لیے اسلام کے دامن وسعت میں کبھی کسی کوتاہی کا احساس نہیں ہوگا۔ تکمیل دین اور اتمام نعمت کا یہی مفہوم ہے۔

اسلام خاتم الادیان ہے اس کے بعد کوئی دین نہیں۔ محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ یہی وہ دین کامل ہے جسے اللہ نے قیامت تک پوری انسانیت کے لیے پسند فرمایا اور تمام اہل ادیان کو حکم دیا کہ وہ اس دین کو قبول کر کے اس میں داخل ہو جائیں۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ اللہ نے سابقہ تمام ادیان منسوخ کر دیئے ہیں۔ بعثت محمدی کے بعد دربار الٰہی میں کوئی دین اسلام کے سوا قابل قبول نہیں، فرمایا:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آلِ عمران: ۱۹]

''یقیناً اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہی ہے۔''

دین اسلام کو قبول کیے بغیر انسان کی ہر سعی لاحاصل اور محنت رائیگاں ہے۔ فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آلِ عمران: ۸۵]

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی جستجو میں رہے، تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''

اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت، مقام ومرتبہ اجاگر کرنے کے لیے اگلی آیت میں ایسے لوگوں کی ہدایت سے محرومی کا ذکر کیا جو ایمان لانے اور رسول اللہ ﷺ کی حقانیت وصداقت کی شہادت دینے کے بعد انکار کرتے ہیں اور انھیں اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا حق دار ٹھہرایا۔ قرآنِ کریم نے ایسے لوگوں کی حقیقت واقعہ کی حیرت انگیز تصویر کشی کی ہے۔ فرمایا:

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ

لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴾

[آلِ عمران: ۸۶،۸۷]

''اللہ ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو اپنے ایمان کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور وہ یہ شہادت بھی دے چکے کہ یقیناً رسول برحق ہیں اور ان کے پاس روشن دلائل بھی آ چکے اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ بلاشبہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اور بعثت سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل سے یہ عہد لے لیا تھا کہ اگر وہ آپ ﷺ کے عہد نبوت ورسالت کو پالیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی مدد کریں۔ اس لیے تمام انبیائے کرام اور ان کی امتیں آپ ﷺ کی ذات وصفات سے آگاہ تھے اور ان کی کتابوں میں بھی آپ ﷺ کے اوصاف مذکور تھے۔ فرمایا:

﴿ وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّ حِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ﴾ [آلِ عمران: ۸۱]

''اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تمھیں کتاب اور حکمت دی پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو، تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی لازماً مدد کرو گے۔'' نیز فرمایا:

﴿ اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ ﴾

[الاعراف: ۱۵۷]

''وہ لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

نبوت ورسالت محمدیہ کے اس عموم وشمول، جامعیت وکمال اور دوام واستمرار پر مستزاد اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ابدی وعدہ بھی قرآنِ کریم کی نص قطعی سے ثابت اور ایک حقیقت واقعہ ہے۔

''دوام حدیث'' پر ایمان ویقین اور عمل کے بغیر دین اسلام کے یہ وسیع تر محامد ومحاسن کیسے صورت گر ہو سکتے ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کے منصب نبوت کی دائمی حیثیت اجاگر ہو سکتی ہے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ایسے دین کامل کا مصدر وماخذ ہیں جسے کسی چارہ گر کی ضرورت ہے، نہ کسی رفوگر کی۔ یہ منزل من اللہ ہے جسے بھیجنے والا کامل واکمل، لانے اور پہنچانے والا معصوم عن الخطاء ہے۔ یہ تو کسی سابقہ آسمانی کتاب اور کسی سابق نبی ورسول کا بھی محتاج نہیں ہے، کسی خود ساختہ مدعی نبوت، مصلح یا شارح کی اسے کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ بعثت محمدی کے بعد سے اسلامی تاریخ کے کسی عہد میں انسانی معاشرے کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اسے کبھی کسی ''مرکز ملت'' یا کسی ''ایوانِ زیریں وبالا'' کی احتیاج نہیں رہی۔ یہ تو اصلاح احوال کا نسخۂ کیمیا ہے جب اس میں کسی فساد کا امکان ہی نہیں تو اسے کسی مصلح کی کیا ضرورت ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے ظہور اسلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا یا اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا، اس نے امت کا کوئی مسئلہ حل نہیں کیا، بلکہ مسائل پیدا کیے ہیں۔ امت کی فلاح وسلامتی اسی میں ہے کہ وہ کتاب وسنت کو بغیر کسی افراط وتفریط کے بطور دین قبول کرے، اس کے منزل من اللہ اور کامل ہونے پر ایمان لائے اس پر عمل کرے اور اس کی طرف دعوت دے، مگر ختم نبوت، عموم رسالت اور ''دوامِ حدیث'' پر ایمان کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔

جب تک منصب نبوت ورسالت کے دیگر متعدد اوصاف کے ساتھ ان تینوں مذکورہ اوصاف کو غیر مشروط اور عملاً تسلیم نہیں کیا جاتا، امت کی تشکیل مکمل نہیں ہو سکتی۔ ''مرکز ملت'' معرض وجود میں نہیں آ سکتا اور وحدت امت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جو ہر مخلص اور دردمند مسلمان کی تمنا اور آرزو ہے۔

فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ اہل السنۃ والحدیث نبوت ورسالت کے اسی منصب رفیع کو ان وسیع تر معنوں کے ساتھ قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس کی حفاظت کا علم بردار ہے۔ یہ دعوت اور حفاظت ان کے اسلاف کی علمی میراث ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے اسے نصرتِ الٰہی بھی حاصل ہے۔ یقیناً یہ منصب تا قیامت محفوظ بھی رہے گا اور امت کے ہاں

مقبول بھی، ان شاء اللہ!

رسول اللہ کا فرمان ہے:

لا تزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى ياتی امر الله وهم كذلك۔ [متفق عليه واللفظ لمسلم]

ضرورتِ حدیث:

قرآنِ کریم فرقانِ حمید کے بے شمار ایسے مقامات ہیں جن کا معنی ومفہوم حدیث وسنت کے بغیر سمجھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ بے شمار ایسے احکام ہیں سنت کے بیان کے بغیر جن پر عمل کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس میں عبادات، معاملات، فرائض، حدود وعقود اور حلال وحرام جملہ قسم کے امور داخل ہیں۔ اس لیے بات حجیت حدیث سے بڑھ کر ضرورتِ حدیث کی ہے، مثلاً:

① ......قرآنِ کریم میں تکرار کے ساتھ اقیموا الصلوٰۃ کا حکم الٰہی مذکور ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء:١٠٣]

''بے شک نماز مومنوں پر وقت باندھا حکم ہے۔''

اب نماز کا طریقہ، اس کی رکعتوں کی تعداد، اس کے اوقات کا تعین، نماز کی مختلف حالتوں میں قرأت، ذکر وتسبیحات کا بیان، بالخصوص نماز خوف کی صورتیں حدیث وسنت کے بغیر کیسے معلوم ہوسکتی ہیں؟ گویا قرآنِ کریم کے مذکورہ حکم پر سنت کے بغیر عمل کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ [الجمعة:٩]

''اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔''

اب اس ''صلوٰۃ'' سے جمعہ کے دن کی کون سے نماز مراد ہے؟ اس کے لیے یہ ندا ''اذان'' کب کہی جائے اور اس نداء کا طریقہ کار کیا ہو؟ اس کے الفاظ کیا ہیں؟ ذکر اللہ سے یہاں کیا مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

صرف اس ایک حکم الٰہی پر عمل کے لیے کتنی بار دربارِ نبوی کی گداگری کرنی پڑے گی اور کتنی بار حدیث وسنت نبوی سے حصول علم کے لیے دامن طلب پھیلانا پڑے گا، تب کہیں جا کر دربارِ الٰہی میں حاضری کے قابل ہوسکیں گے۔

② ......قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾ [البقرة:١٨٧]

''پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔''

اب روزے کی ابتداء اور انتہاء کی بالضبط تعین حدیث کے بغیر کیسے ممکن ہے؟

③ ......یہی صورت زکوٰۃ کی ہے، اس کے نصاب، اس کی شروط، مقدار، اور کن کن اموال پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے حدیث کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

④ ......اللہ نے قرآن میں حکم دیا:

﴿ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ [الحج:٢٩]

اسی طرح طواف بیت اللہ کے علاوہ سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم دیا۔ اب اس طواف اور سعی کا طریقہ اس کی تعداد، اس کی ابتدا وانتہاء کا تعین کیسے ہوگا اور کون کرے گا؟

⑤ ......قرآنِ کریم نے والدین اور اولاد کے مابین میراث کا حکم دیا۔ حصے بیان کیے مگر اختلاف دین کی صورت میں کیا حکم ہے؟ اس کا بیان نہیں کیا، سنت میں تفصیل ہے:

لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم۔

[بخاری، كتاب الفرائض]

''مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔''

پوری امت مسلمہ نے اس حدیث سے قرآن کی تخصیص پر اجماع کیا اور اسی پر عمل ہے۔

⑥ ......چور کے بارے میں قرآنِ کریم کا حکم ہے:

﴿ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدة:٣٨]

''اور چور مرد اور چور عورت سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

مال مسروقہ کی مقدار بیان نہیں کی، ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے؟ اس کا بیان بھی قرآنِ کریم میں نہیں ملتا۔

⑦...... نکاح وطلاق سے متعلقہ متعدد امور بھی ایسے ہی ہیں۔ مثلاً: پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی کا ایک مرد کے حبالہ عقد میں بیک وقت رہنا۔ اس کی حلت وحرمت کا محرمات کے ذیل میں قرآن نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها۔ [بخاری، النكاح]

ایسے ہی آپ ﷺ کا یہ فرمان:

يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب ۔

[بخاری، النكاح]

قرآنِ کریم میں تو اس تحریم کا کہیں ذکر نہیں ہوا، معلوم نہیں منکرین حدیث وسنت یا بزعم خویش ''اہل قرآن'' کی اس بارے کیا رائے اور کیا عمل ہے؟

کوئی مرکز ملت، امت کا کوئی اجتماعی یا انفرادی شعور، لغت عرب کی وسیع المعنی تعبیرات، شعرائے جاہلیت کے اسالیب کلام، اہل علم وفضل اور ائمہ فقہ واجتہاد یا فہم قرآن کے دعویدار مفسرین، کوئی بھی قرآنِ کریم کے ان احکام اور اوامر ونواہی پر عمل کے لیے امت کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔ جو رسول رحمت ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں اپنے قول وفعل سے کی ہے، وحی الٰہی کی تشریح وتوضیح بھی وحی الٰہی سے ہی ہوسکتی ہے۔ وحی الٰہی سے منشاء ومراد الٰہی بھی وحی الٰہی سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ اس کی نشان دہی خود رب العالمین ہی کرسکتا ہے اور اس تک رسائی کا امت کے پاس واحد ذریعہ رسول ربّ العالمین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ جس نے اپنی حدیث وسنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی باحسن وجوہ ادا کردیئے ہیں۔ آپ ﷺ کے لیے اللہ کا حکم ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ [المائدة:٦٧]

''اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا۔)''

⑧...... گھریلو گدھے کی حلت وحرمت کے بارے میں بھی منکرین حدیث کا فتویٰ اور عمل قابل غور وفکر ہے۔

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؀ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ؀ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ؀ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ [القيامة:١٦-١٩]

''تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے کہ اسے جلدی حاصل کرلے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں گے تو تو اس کو پڑھنے کے پیچھے پیچھے چلا آ، پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔''

﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ [النحل:٤٤]

''اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔''

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ [ابراهيم:١]

''ایک کتاب ہے جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے۔''

غور کیجیے ان احکام پر عمل کے لیے حدیث وسنت کی حجیت پر بحث ہوگی یا ضرورت پر؟ جس کی ضرورت ہو اس کی تو بحکم قرآن حرمت بھی حسب ضرورت حلت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ یہ قرآنِ کریم کی سماحت ہے، کجا یہ کہ آپ ایک شے جس کے بغیر زندگی میں ایک قدم بھی نہ اٹھا

سکتے ہوں، پھر اس کی حجیت کو زیر بحث لائیں۔ لہٰذا قرآنِ کریم پر عمل کے لیے حدیث وسنت ایک ناگزیر ضرورت ہے، ہر اس شخص کے لیے

﴿ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾ [الاحزاب:۲۱]

''جو اللہ اور روزِ آخرت سے امید وابستہ کیے ہوئے ہے۔''

عبادتِ الٰہی کے لیے اطاعت نبوی واحد ذریعہ ہے۔ ربّ العالمین نے رحمۃ العالمین کو اپنی عبادت کا یہ سلیقہ ہی تو دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ فرمایا:

﴿ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:۱۵۱]

﴿ وعلمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤ کم ﴾ [الانعام]

کیا خوب کہا مولانا خرم علی بلہوری رحمہ اللہ نے

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے
دردانہ درجِ مصطفیٰ ہے
بابا کے یہاں سے کون لایا ہے
جس نے پایا یہیں سے پایا

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جملہ عبادات، فرائض، حدود وعقود اور حلال وحرام وغیرہ کے احکام۔ ان تمام امور کو جیسے دوام وثبات حاصل ہے ویسے ہی ان کی تفصیلات وتعلیمات پر مشتمل حدیث وسنت کو دوام ثبات حاصل ہے۔ جیسے قرآنِ حکیم پائندہ وتابندہ ہے اس پر عمل کے لیے حدیث وسنت چوں کہ ایک لازمی ضرورت ہے۔ اس لیے وہ مع القرآن پائندہ وتابندہ اور علی مر الدہر زندہ اور واجب القبول والعمل ہے۔ جیسے قرآن اللہ کی طرف ہدایت وراہنمائی ہے ویسے ہی حدیث جو اس کی شرح وبیان ہے اس کی طرف سے ہے۔ جیسے قرآن کو ثبات ودوام حاصل ہے ویسے ہی حدیث وسنت کو ثبات ودوام حاصل ہے۔ جیسے قرآن غلطی سے مبرا ہے ویسے ہی صاحب قرآن معصوم عن الخطاء ہے اور معصوم کے اعمال واقوال بھی معصوم عن الخطاء ہیں۔

﴿ وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ ﴾ [القصص:۶۸]

ایسے رجال خیر سے اسلامی تاریخ کا کوئی عہد خالی رہا ہے اور نہ کبھی خالی رہے گا، ان شاء اللہ۔ جو خواہش نفس کے اسیروں، علم وحکمت سے تہی دست فقیروں اور دنیا اور اہل دنیا کے پجاریوں کے نامہ اعمال کو بے حجاب اور ان کے ساختہ وپرداختہ بے اساس شکوک وشبہات کو بے نقاب کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔

عہد حاضر کے تمام مکاتب فکر کے اساطین علم نے اس موضوع پر خدمات سرانجام دی ہیں۔ دیوبندی، بریلوی اور آزاد خیال مذہبی احزاب وطوائف کے علماء کسی نے بھی غفلت نہیں برتی اور حدیث وسنت کے دفاع اور اس کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کرنے اور دین میں اس کی شرعی وآئینی حیثیت واضح کرنے کے لیے اپنے اپنے فرائض بخوبی ادا کیے ہیں۔ مگر حدیث وسنت کے ساتھ جو رشتہ وتعلق مسلک اہل حدیث کے حاملین اور سنت پر جو اعتماد ویقین سلف امت کے ورثاء اہل حدیث کو حاصل ہے، اس کا یہی تقاضا ہے کہ اس معرکہ اقرار وانکار میں بزعم خویش اہل قرآن یا قرآنیوں کے بالمقابل اصل فریق یہ لوگ ہوں۔ الحمد للہ اہل حدیث نے ہر دور میں ہر طرح سے اس کا حق ادا کیا ہے۔ اہل حق کی ان مساعی جمیلہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حدیث کی حجیت وضرورت کی طرح اس کی حفاظت کو بھی دوام حاصل ہے، والحمد للہ!



طالب علم کا اعزاز

راقم کے بیٹے سعد الخیر رول نمبر ۲۶۵۷ نے گورنمنٹ ہائی سکول دیپالپور ضلع اوکاڑا کی ثانوی کلاسز کے امتحانات اپریل ۲۰۰۸ء میں ۸۶ فی صد نمبر حاصل کر کے اوّل پوزیشن لی ہے۔ قارئین برخوردار کی مزید کامیابی کے لیے دعا فرمائیں۔

[عبد الجبار سلفی، حویلی لکھا ضلع اوکاڑا]

محدثین کا جامع تصورِ دین

صحاح ستہ کے تراجم ابواب کی روشنی میں

مولانا محمد جرجیس کریمی

ابواب کا تجزیاتی مطالعہ:

ان ابواب کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انسان کے دینی و دنیوی اور انفرادی و اجتماعی مسائل وضروریات کا بہت ہی جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی احادیث پیش کی گئی ہیں، جن سے زندگی کی راہیں روشن ہوتی ہیں اور آدمی کسی بھی مرحلہ یا موڑ پر راہ نمائی سے محروم نہیں رہتا۔ سہولت کی خاطر ان ابواب کی تفہیم کے لیے انھیں دینی اور دنیوی دو بڑے عنوانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ انسانی زندگی کے کچھ مسائل دین سے متعلق ہیں اور کچھ دنیا سے۔ مثلاً عقائد، ایمان، عبادات وغیرہ، یہ دین سے متعلق ابواب ہیں۔ بیع وشراء، نکاح وطلاق، وراثت، حدود، اکل وشرب اور طب وغیرہ، یہ دنیا سے متعلق مسائل ہیں۔

پھر ان میں کچھ انفرادی نوعیت کے مسائل ہیں اور کچھ مسائل اجتماعی نوعیت کے ہیں۔ جیسے ایمان، عقائد، اکل وشرب، طب وغیرہ خالص انفرادی معاملات ہیں، جب کہ عبادات کی ادائیگی، بیع وشراء، نکاح وطلاق اور حدود کا نفاذ وغیرہ اجتماعی معاملات ہیں، ان میں ایک سے زائد افراد کا شامل ہونا فطری ہے۔ ان تمام اقسام کے مسائل کے ذیل میں محدثین کتب ستہ نے تراجم ابواب قائم کیے ہیں اور ان میں رسولِ کریم ﷺ کی راہ نمائی فراہم کی ہے۔ اس سلسلے میں کتب ستہ کی تفصیلی فہرست ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اجمالی فہرست بھی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کافی ہے، جیسا کہ اوپر کے صفحات میں مختصراً ان کی فہرست دی گئی ہے۔

دینی مسائل پر تراجم ابواب:

دین کا آغاز عقیدے سے ہوتا ہے۔ ایمان ویقین کا نام عقیدہ ہے۔ تمام محدثین نے سب سے پہلے کتاب الایمان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ذیل میں ایمانیات سے متعلقہ جملہ تفصیلات درج کی ہیں۔ ایمان کیا ہے؟ اس کی کتنی شاخیں ہیں؟ اس کی کیا شرائط ہیں؟ کن کن باتوں پر ایمان لانا واجب ہے؟ کیا ایمان گھٹنے بڑھنے والی چیز ہے؟ ایمان وعمل میں باہم کیا تعلق ہے؟ اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ ایمان کے منافی کون سے اعمال ہیں؟ وغیرہ۔ اس طرح کی تمام تفصیلات درج ہیں۔

دین میں ایمان کے بعد عبادات کی اہمیت ہے۔ اس بنا پر تمام محدثین ایمان کے بعد عبادات کے ابواب لائے ہیں۔ لیکن چوں کہ عبادات کی ادائیگی ظاہری صفائی ستھرائی کے بغیر نہیں ہو سکتی، اس وجہ سے کتاب الایمان و کتاب الصلوٰۃ کے درمیان الطہارۃ (پاکی) کے ابواب ہیں، جن میں وضو، غسل، تیمّم وغیرہ کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ طہارت کا تعلق عورتوں سے بھی ہے، اس لیے اس ضمن میں عورتوں کے مخصوص مسائل جیسے حیض اور نفاس وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ اس سے اسلام کی ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عبادات میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ اس وجہ سے کتاب الصلوٰۃ سب سے پہلے لائی گئی ہے۔ اس ضمن میں نماز سے متعلق تمام تفصیلات درج ہیں، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

قرآن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ محدثین نے بھی اس ترتیب کو باقی رکھا ہے۔ کتاب الزکوٰۃ کے ذیل میں اموال

زکوٰۃ، نصاب، مقدار، مصارف اور مستحقین کا ذکر ہوا ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت۔ حج مالی اور جسمانی دونوں ہے۔ بنابریں عبادات میں تیسرے نمبر پر حج کا ذکر ہے۔ مناسک حج کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ ان سب کا احاطہ کیا گیا ہے اور دین پر چلنے والا کہیں راہ نمائی سے محروم نہیں رہتا۔ حج کے بعد صیام/صوم (روزہ) کا ذکر ہے اور اس سے متعلق جملہ تفاصیل مذکور ہیں۔ دینی امور میں اخلاقیات کی بھی خاص اہمیت ہے۔ محدثین نے کتاب الآداب یا کتاب البر والصلۃ کے عنوان سے اخلاق کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ خاص طور سے انفرادی طور پر آدمی کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیے اور کن مذموم عادات واوصاف سے بچنا چاہیے ان کا مفصل ذکر کیا گیا ہے جن میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے سے لے کر تمام متعلقین کے حقوق تک کا ذکر ہوا ہے۔

دین ودنیا میں اصل اہمیت کس کی ہے اور کون قابل ترجیح ہے۔ اس ضمن میں کتاب الزہد والرقائق کے عنوان سے تفصیلات مندرج ہیں۔ آدمی کو اپنی عاجزی و بے بسی اور مختلف آفات، بلاؤں اور مصائب ومشکلات کے پس منظر میں دعاؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الدعوات کا باب قائم کیا گیا ہے۔ دینیات میں تقدیر کا مسئلہ بھی اہم ہے، اس لیے کتاب القدر کے نام سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ دین میں کتاب وسنت کی اتباع اور احکام الٰہی کی حیثیت کی وضاحت کے لیے کتاب الاحکام اور کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ عقائد کے ضمن میں بعض مسائل میں اختلافات ہوسکتے ہیں۔ اختلاف چوں کہ استثنائی صورت ہے اور محمود نہیں ہے، اس لیے اس کا ذکر کتاب التوحید کے عنوان سے آخر میں دیا گیا ہے۔

دینی موضوعات کے ذیل میں انبیاء ورسل کی سیرت وواقعات اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی سیرت کی اہمیت واضح ہے، اس کے لیے کتاب الانبیاء اور کتاب المناقب کے مباحث ہیں۔ دین کا بنیادی ماخذ ومرجع قرآن ہے۔ قرآن اور اس کی مختلف سورتوں کے فضائل اور اس کی تفسیر اہم اجزاء ہیں۔ اس کے لیے کتاب التفسیر، کتاب فضائل القرآن کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ یہ تراجم ابواب کا اجمالی تجزیہ ہے۔ تفصیلی طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے پیش آمدہ تمام مسائل کی جزئیات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے تفصیلی فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

دنیوی مسائل پر تراجم ابواب:

جہاں تک دنیوی مسائل کا سوال ہے تو یہ بات جاننی چاہیے کہ شریعت میں دین ودنیا کی تفریق نہیں ہے۔ لیکن محض تقریب فہم کے لیے یہاں اس کو الگ سے بیان کیا گیا ہے۔ دنیوی مسائل میں محدثین نے سب سے پہلے معاملات کے مسائل لیے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے کتاب البیوع ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی کا کارواں خرید وفروخت اور باہمی لین دین (کاروبار) کی بنیاد پر رواں دواں ہے۔ صحیح بخاری کتاب البیوع میں ایک سو تیرہ ابواب قائم کیے گئے ہیں، جن میں بیع وشراء کی تمام قسموں اور نوعیتوں سے متعلق ہدایات نبوی جمع کی گئی ہیں۔ مگر معاملاتِ زندگی کی کچھ نوعیتیں اور بھی ہیں جن کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ محدثین نے اس طرح کے تمام پہلوؤں پر الگ الگ عنوانات کے تحت تراجم ابواب قائم کیے ہیں۔ جیسے کتاب الاجارۃ (اجرت سے متعلق مباحث) کتاب الحوالات (کاروباری طریقے سے کوئی چیز کسی کے حوالے کرنے سے متعلق) کتاب الکفالۃ (کسی کی کفالت سے متعلق) کتاب الوکالۃ (لین دین میں وکالت سے متعلق) کتاب الحرث والمزارعۃ (کھیتی باڑی سے متعلق) کتاب المساقاۃ (سینچائی) کتاب الاستقراض (قرض کا لین دین) کے ابواب قائم کیے ہیں۔ یہ معاملات طے کرتے وقت فریقین میں اختلاف وخصومت کی صورت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الخصومات کا باب قائم کیا گیا ہے۔ لاوارث اشیاء ایک معاملاتی مسئلہ ہے۔ اس کے لیے کتاب اللقطہ (گری پڑی چیز سے متعلق) کے تحت تعلیمات درج ہیں۔

انسان کے اندر حرص ولالچ کی وجہ سے ظلم وزیادتی کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے لیے کتاب المظالم کے عنوان سے باب قائم کیا گیا ہے۔ معاملات کے ذیل میں شرکت ومضاربت، گروی رکھنا یا لینا، غلام کی آزادی ومکاتبت، ہدایا کا لین دین، گواہی پیش کرنا، صلح وصفائی، یا لین دین میں شرائط طے کرنا، اور موت سے پہلے زمین جائیداد سے متعلق وصیت کرنا ان سب مباحث کے لیے بالترتیب کتاب الشرکۃ، کتاب

الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الہبۃ، کتاب الشہادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط اور کتاب الوصایا کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

معاملات کے بعد معاشرت کا درجہ ہے۔ اس بارے میں شریعت کی پوری راہ نمائی موجود ہے۔ کتاب النکاح سے لے کر کتاب العقیقہ تک معاشرت کے ہر پہلو کا تفصیلی ذکر ہوا ہے۔ کتاب النکاح میں سب سے پہلے نکاح کی فضیلت واہمیت بیان کر کے نوجوانوں کو تجرد کی زندگی سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کے بعد لڑکا اور لڑکی کو آپس میں پسند و ناپسند کا اختیار دیا گیا ہے، جو کہ ایک فطری بات ہے۔ پھر معاشرت کے دیگر اصول وآداب اور شرائط بیان ہوئے ہیں۔ زوجین کے حقوق بھی اس ضمن میں مذکور ہیں۔ ہر شادی کامیاب نہیں ہوتی، بعض وقت میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ضروری ہو جاتی ہے، اس بنا پر شریعت میں طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے لیے محدثین نے کتاب الطلاق کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ بیوی بچوں پر مال خرچ کرنا اور ان کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اٹھانا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لیے کتاب النفقات کے تحت تفصیلات درج ہیں۔ نکاح کا ایک مقصد تناسل اور طلب اولاد ہے۔ اولاد کی پیدائش پر کن چیزوں کا اہتمام ہونا چاہیے اور نومولود کے کیا حقوق ہیں؟ اس بارے میں کتاب العقیقہ وکتاب الرضاع کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

تغذیہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور زندگی کی بہار کھانے پینے کے دم سے قائم ہے۔ اس لیے محدثین نے کتاب الاطعمۃ، کتاب الاشربۃ اور کتاب الذبائح والصید وغیرہ میں کھانے پینے سے متعلق جملہ تفصیلات بیان کی ہیں۔ حلال وحرام کی تفصیل سے لے کر منہ میں لقمہ ڈالنے کے آداب تک بیان ہوئے ہیں۔ انسان کی بنیادی ضروریات میں لباس بھی ہے۔ کتاب اللباس میں اس ضمن کی ضروری باتوں کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے۔ انسان کے ساتھ صحت ومرض اور موت وحیات جڑی ہوئی ہے۔ اس کے احکام کے لیے کتاب المرضیٰ، کتاب الطب اور کتاب الجنائز کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ اور ان کے بارے میں ہدایاتِ نبوی ﷺ جمع کی گئی ہیں۔ ان ابواب کی ترتیب میں بھی حکمت پیش نظر رکھی گئی ہے۔ کھانے پینے کے ساتھ مرض ہے، مرض کے بعد علاج ومعالجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور مرض کے ساتھ موت جڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا پہلے کھانے پینے کا ذکر ہوا اور آخر میں تکفین وتدفین کا۔ کسی کی موت ہو جانے پر وراثت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، وراثت میں کس کو کتنا حصہ ملنا چاہیے، کون کون وارث ہوگا اور وراثت کیسے تقسیم کی جائے گی۔ کتاب الفرائض میں ان سب باتوں سے متعلق ہدایات منقول ہیں۔

انسانوں میں سبھی نیک نہیں ہوتے، کچھ مجرم اور جرائم پیشہ ہوتے ہیں۔ جرائم اور مجرموں کا قلع قمع کیسے کیا جائے؟ کس جرم پر کون سی سزا دی جائے؟ جرائم کے اثبات کے کیا طریقے ہیں؟ کتاب الحدود میں اس کی تفصیلات درج ہیں۔ جرائم سے متاثرین کی دل داری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مال کے ذریعہ اس کی تلافی کی جائے۔ اس ضمن میں کتاب الدیات کا عنوان قائم کیا گیا ہے جس میں دیت کی صورتوں، شرائط اور اس کا نصاب مفصل مذکور ہے۔

مذکورہ بالا احکام حالت امن سے متعلق ہیں۔ بعض وقت جنگ کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اور اسلامی ریاست کو عسکری اقدام کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں فوج کو منظّم کرنا اور لوگوں کو قتال وجہاد کے لیے آمادہ کرنا جیسے مسائل کتاب الجہاد والسیر میں مذکور ہیں۔ جنگ وصلح کے اصول وضوابط، جنگ میں کس کو نشانہ بنایا جائے اور کس کو نشانہ نہ بنایا جائے؟ مالِ غنیمت کی تقسیم، قیدیوں اور شہیدوں کے پس ماندگان کے مسائل، مغلوب قوم کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ مفتوحہ علاقوں کی تنظیم ونگرانی کیسے ہو؟ ان امور سے متعلق تفصیلات کتاب المغازی، کتاب فرض الخمس اور کتاب الجزیۃ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

خود ریاست کی تشکیل، اس کی تنظیم اور اس کے مختلف اداروں جیسے عدلیہ، مقنّنہ، منتظمہ، نافذہ (ادارۂ پولیس) اور شوریٰ وغیرہ کا قیام، عہدوں اور مناصب سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر، بیت المال کے مصارف، راعی اور رعایا (حکم راں اور عوام) کے حقوق وواجبات کی تفصیل کتاب الامارۃ والقضاء اور کتاب الاحکام وغیرہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الامارۃ تک تمام امور ومسائل سے متعلق راہ نمائی فراہم کی گئی ہے۔

مسائل کی انفرادی واجتماعی تقسیم:

مسائل کی ایک تقسیم انفرادی اور اجتماعی کی ہے۔اس پہلو سے تراجم ابواب کا مطالعہ کیا جائے تو یہاں بھی دونوں قسموں کے حوالے سے پوری راہ نمائی موجود ہے۔انفرادی طور پر پیش آنے والا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ جوجس کے بارے میں شریعت کی راہ نمائی نہ ہو۔اسی طرح اجتماعی امور سے متعلق جملہ مسائل میں ہدایت فراہم کی گئی ہے۔اس ضمن میں گزشتہ تفصیل سے نتیجے تک پہنچا جاسکتا ہے۔

دینی امور میں عقائد وایمانیات انفرادی مسائل ہیں، جب کہ عبادات انفرادی ہونے کے ساتھ اجتماعیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں، جیسے نماز کی مساجد میں جماعت کے ساتھ ادائیگی، زکوٰۃ کا بیت المال میں جمع ہونا، روزے میں سحری افطاری اور تراویح کی ادائیگی اجتماعیت کے ساتھ ہوتی ہے۔حج اسلام میں اجتماعیت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔اس میں دنیا کے کونے کونے سے مختلف رنگ ونسل اور عمر وجنس کے لوگ یک جا ہوکر ایک ساتھ مناسک حج ادا کرتے ہیں۔اسی طرح اخلاقیات اور آداب میں کچھ امور کا تعلق فرد سے ہے اور کچھ کا اجتماعیت سے۔جیسے عطر لگانا، ناخن کاٹنا، کنگھی کرنا، انگوٹھی پہننا وغیرہ۔ان سب باتوں کا تعلق فرد سے ہے، جب کہ غیبت، چغلی، حسن سلوک، صلہ رحمی، راستہ میں چلنا، مجلس میں بیٹھنا، حفظ لسان، دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینا وغیرہ کا تعلق اجتماعیت سے ہے۔تلاوت قرآن، زہد وغیرہ انفرادی امور ہیں، جب کہ جنازہ میں شریک ہونا اجتماعی معاملہ ہے۔

دنیوی امور میں کھانا پینا اور صحت ومرض انفرادی مسائل ہیں، جب کہ نکاح وطلاق اجتماعی مسائل ہیں۔بیع وشراء بعض پہلو سے انفرادی مسائل ہیں تو بعض پہلو سے اجتماعی ہیں۔اسی طرح دیگر معاملات کی بھی یہی نوعیت ہے۔تمنا وآرزو، خوابوں کی تعبیر وغیرہ انفرادی امور ہیں تو حدود وقوانین کا نفاذ اور امارت وحکومت اور عدلیہ وقضاء یہ سب اجتماعی ہیں۔غرض کتب احادیث میں ان تمام پہلوؤں سے ارشاداتِ نبوی پر مشتمل نصوص وہدایات جمع کی گئی ہیں، جن سے دین پر چلنے والا کبھی اور کسی مرحلے میں راہ نمائی سے محروم نہیں رہتا، بلکہ ہر مرحلہ میں شریعت اس کی دست گیری کرتی ہے اور اس کو صراطِ مستقیم روزِ روشن کی طرح نظر آتا ہے۔

اسلامی نظامِ حیات کی بعض خصوصیات:

اسلام ایک نظام بھی ہے اور ایک عقیدہ بھی۔اس پہلو سے اس کی بعض خصوصیات ہیں، جو دوسرے نظام ہائے زندگی میں نہیں پائی جاتیں۔ان میں سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں ہے۔اس پر عمل کرنے والا عنداللہ اجر کا مستحق ہوگا۔اسی لیے امام بخاری نے سب سے پہلے وحی آنے کی کیفیت اور ''انما الاعمال بالنیات'' والی روایات بیان کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات وحی پر مبنی ہیں اور اگر ان پر حسن نیت کے ساتھ عمل کیا جائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یقیناً سرخرو ہوگا اور دنیا میں بھی اسے کامیابی ملے گی۔

اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام ''یسر'' یعنی آسانی پر مبنی ہے۔دین میں سختی اور تکلیف مالا یطاق نہیں ہے۔ہر شخص کے لیے اس کی واقعی استطاعت وطاقت کے مطابق احکام ہیں۔محدثین نے اس نکتے کو بھی واضح کیا ہے۔

اس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کے مطابق ہے جس میں انسان کی خواہشات وجذبات کی پوری رعایت کی گئی ہے، انسانی فطرت کو کچل کر احکام نہیں دیے گئے ہیں۔اسلامی تعلیمات کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر اجاگر ہوتی ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام اعتدال وتوازن پر مبنی ہے اس میں افراط وتفریط نہیں ہے۔اس کی جو تعلیمات ہیں وہ متوازن ومتعدل ہیں، اس پر عمل کرنے والا کہیں بھی افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوسکتا۔ہر شعبہ حیات میں یہ توازن موجود ہے۔اس نظامِ حیات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا عملی نمونہ خود اس کے بیان کرنے والے (حضرت محمد ﷺ) نے پیش کردیا ہے۔اس لیے اب یہ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے اور اس پر چل کر انسانیت فلاح نہیں پاسکتی، بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے اس کا عملی نمونہ پیش کرکے ان سوالات کا جواب دے دیا ہے۔



حافظ ابو بشر الدولابی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

نام ونسب:

آپ کا نام اور نسب نامہ یوں ہے:

محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الدولابی الوراق نزیل المصر۔ آپ کو آپ کے دادے کے نام کی مناسبت سے ابن حماد بھی کہا جاتا ہے۔

کنیت:

آپ کی مشہور کنیت تو ابو بشر ہی ہے جب کہ آپ کی کنیت ابوبکر بھی ذکر کی گئی ہے۔[سوالات السہمی للدارقطنی، ص:۱۱۵، وتاریخ دمشق (ج:۱۴، ص:۶۷۸۔خط)]

پیدائش:

حافظ دولابی کا خود اپنا بیان ہے کہ میں ۲۲۴ھ کو پیدا ہوا۔ [تاریخ دمشق، ج:۱۴، ص:۶۷۸]

دولاب کا ضبط:

دولاب میں دال کو پیش یا زبر دونوں حرکتوں کے ساتھ اس کا تلفظ کر سکتے ہیں۔ اکثر محدثین وغیرہم اسے دال کے ضمہ کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں، تاہم حافظ سمعانی نے اسے زبر کے ساتھ پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ [الانساب، ج:۲، ص:۵۱۰]

دولابی کی وجہ تسمیہ:

حافظ سمعانی کا خیال ہے کہ ان کے آباؤ اجداد رہٹ اور چرخی کا کام کرتے تھے جس بنا پر یہ دولابی کہلائے۔[الانساب، ج:۲، ص:۵۱۱]

کیوں کہ دولاب رہٹ اور چرخی کو کہتے ہیں جو شخص اس کا پیشہ کرتا ہو یا جس کے پاس چرخی ہو اسے دولابی کہا جاتا ہے۔ یا پھر ''ری'' کی ایک بستی جسے دولاب کہا جاتا تھا، ان کا تعلق اس سے تھا۔

دولاب ''ری'' کے کئی علاقوں کا نام ہے جس کی تفصیل علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان [ج:۲، ص:۴۸۵، ۴۸۶] میں بیان کی ہے۔

حافظ دولابی کا تعلق کس دولاب بستی سے تھا اس کا تعین محل نظر ہے جب کہ بقول علامہ سمعانی کے ان کے آبائی پیشے کی وجہ سے ان کو یہ نسبت ملی۔

لقب:

آپ کا لقب وراق ہے چوں کہ حافظ سمعانی الانساب [ج:۲، ص:۵۱۱] میں فرماتے ہیں کہ ''یہ اپنے زمانے کے مصری شیوخ کو سٹیشنری فروخت کیا کرتے تھے۔'' اس لیے وراق کا معنی کاغذ ساز، کاغذ فروش وغیرہ کیا جاتا ہے۔

رحلاتِ علمیہ:

آپ کے شیوخ کی فہرست پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دمشق، مصر، بغداد، حجازِ مقدس، بصرہ اور کوفہ وغیرہ دور دراز کا سفر طے کیا۔ چناں چہ آپ کے شیوخ میں محمد بن اسماعیل بن علیہ القاضی، ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن بن الحسن الجعفی، محمد بن عبدالرحمٰن بن اشعث، بشر بن عبدالوہاب الزاہد، یزید بن محمد بن عبدالصمد، ابواسامہ عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ الحلبی، احمد بن عبدالجبار العطاردی، یونس بن عبدالاعلی الصدفی، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، محمد بن المثنی، محمد بن عبداللہ بن یزید، عبدالرحمٰن بن الحسن السلمی، موسی بن عامر المزی، محمد بن منصور، یزید بن سنان نزیل مصر، ابوالاشعث احمد بن مقدام العجلی، محمد بن عبداللہ بن یزید المقری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ:

امام دولابی سے متعدد اصحابِ علم وفضل نے کسب فیض کیا اور کبار محدثین ان کے حلقۂ درس وغیرہ سے مستفید ہوئے۔ چناں چہ ان کے تلامذہ میں امام طبرانی، امام ابن حبان، امام ابن عدی، محمد بن ابراھیم المقری، ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ النیسابوری اور ابوبکر احمد بن محمد بن اسماعیل المہندس کا نام معروف ہے۔

وفات:

جب آپ نے اپنی زندگی کی چوراسی بہاریں دیکھ لیں تو اسی دوران دل میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہوئی۔تو آپ اپنا توشہ سفر لے کر روانہ ہوئے تو مکہ اور مدینہ کے مابین ''عرج'' نامی مقام پر پیغام اجل آ پہنچا اور آپ ذوالقعدہ ۳۱۰ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

تصنیفات:

اصحاب التراجم حافظ سمعانی [الانساب، ج:۲،ص:۵۱۱] حافظ الصفدی [الوافی بالوفیات، ج:۲،ص:۳۶] ابن کثیر [البدایۃ والنہایۃ، ج:۱۱،ص:۱۴۵] حافظ ذہبی [العبر، ج:۲،ص:۱۴۶] اور حافظ ابن خلکان [وفیات الاعیان، ج:۴،ص:۳۵۲] نے حافظ دولابی کو کئی تصانیف کا مصنف بتلایا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور درج ذیل تصانیت کی نشان دہی فرمائی ہے:

①......الکنی والاسماء (مطبوع)، ②......الذریۃ الطاہرۃ (مطبوع)

③......کتاب الضعفاء والمتروکین: اس کا ذکر حافظ ذہبی نے [مقدمہ میزان الاعتدال، ج:۱،ص:۲، المغنی فی الضعفاء، ج:۱،ص:۵] اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان وغیرہ میں متعدد جگہ فرمایا ہے۔

مثال کے طور پر لسان المیزان [ج:۲، ص:۲۸۵، ج:۴، ص:۲۶۴] دکتور اکرم ضیاء العمری [بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ، ص:۹۲] نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

④......المولد الوفاۃ: اس کا تذکرہ حافظ ابن عبدالبر [الاستیعاب، ج:۱،ص:۱۰،۱۱۔طبع جدیدہ، ج:۱،ص:۱۳۱] نے کیا ہے۔

⑤......کتاب فی الصحابۃ: اس کو بھی ابن عبدالبر نے [مقدمہ الاستیعاب، ج:۱،ص:۱۱] میں ذکر کیا ہے۔

⑥......فضائل مالک: قاضی عیاض [ترتیب المدارک، ج:۱، ص:۴۴] نے اس کو ذکر کیا ہے۔

⑦......جزء فیہ احادیث سفیان الثوری رحمہ اللہ: دیکھئے نصب الرایۃ للزیلعی [ج:۱،ص:۱۶ طبع جدیدہ، ج:۱،ص:۵۷] بیان الوہم والایہام لابن القطان الفاسی [ج:۵،ص:۵۹۳،تحت رقم:۲۸۱۰] السعایۃ لعبدالحی لکھنوی [ج:۱،ص:۱۲۱] النفح الشذی لابن سید الناس [بحوالہ نیل الاوطار، ج:۱،ص:۱۴۵]

تنبیہ: علامہ متقی ہندی نے کنز العمال [ج:۹،ص:۳۰۴،حدیث:۲۶۱۲۱] میں "اذا توضات فابلغ فی المضمضة" ذکر کرنے کے بعد اس کا مرجع یوں ذکر کرتے ہیں:

" فیما جمع من حدیث النووی عن عاصم ۔"

جو کہ تصحیف ہے۔کیوں کہ مندرجہ بالا حوالہ جات میں اس حدیث کی تخریج میں ''حدیث الثوری'' کا ہی ذکر ہوا ہے۔ چوں کہ علامہ متقی نے صحیح الجامع الصغیر وزائدہ اور جمع الجوامع کلاہما للسیوطی کو فقہی ترتیب میں اکٹھا کر کے اس کا نام کنز العمال رکھا ہے۔اس لیے اس مناسبت سے جمع الجوامع للسیوطی [ج:۱،ص:۲۰۴۰، ح:۱۷۰۳] دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہاں اسے درست ہی پایا۔الحمدللہ علی ذلک

جب کہ مختصر کنز العمال للمتقی ہندی [ج:۳،ص:۶۴۰] میں اپنی اصل کی طرح محرف ہی ہے۔

⑧......کتاب التاریخ: بروایۃ ابی بکر محمد بن احمد بن محمد المفید

حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں چونتیس جگہ حافظ دولابی سے بواسطہ ابی بکر المفید کی تاریخی باتیں،اقوال وغیرہ نقل کیے ہیں۔مثلاً تاریخ بغداد [ج:۲،ص:۱۲۰] دیکھئے موارد الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد للدکتور اکرم ضیاء العمری [ص:۵۵۷،رقم:۱۱۵] نیز دیکھئے الاعلان بالتوبیخ للسخاوی،ص:۱۵۶

⑨...... اخبار الخلفاء: اس کا تذکرہ اسماعیل پاشا بغدادی نے [ہدیۃ العارفین، ج:۶، ص:۳۱ضمن کشف الظنون] میں کیا ہے۔

حافظ دولابی پر محدثین کی جرح:

①......حافظ ابن یونس مصری فرماتے ہیں:

''وکان یضعف'' کہ ان کوضعیف گردانا جاتا تھا۔[تاریخ دمشق، ج:۵۱،ص:۳۱ سندہ صحیح]

حافظ دولابی بھی چوں کہ مصری ہیں۔ دیکھئے الانساب للسمعانی [ج:۲،ص:۵۱۱] وتاریخ ابن یونس المصری [ج:۲،ص:۱۸۸، ۱۸۹۔جمع وتحقیق:عبدالفتاح]

محدثین کے ہاں رواۃ کے بارے میں ان علاقوں کے جرح وتعدیل کے ائمہ کے اقوال کا زیادہ اعتبار کیا جاتا ہے۔

[التنکیل للمحدث المعلمی، ج:۲، ص:۱۳]

اور مصر کے رواۃ وغیرہ کے بارے میں ابن یونس مصری کا قول ہی دوسروں کی بہ نسبت راجح ہوتا ہے۔

②......حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:

ابن حماد متهم فی مایقوله فی نعیم بن حماد لصلابته فی أهل الرأی ۔

کہ ابن حماد (الدولابی)، نعیم بن حماد پر جرح کرنے کی وجہ سے متہم (مجروح) ہے۔کیوں کہ وہ (امام نعیم) اہل رائے کے بارے میں بڑے سخت تھے۔[مخطوط تاریخ دمشق، ج:۱۴،ص:۶۷۸۔تاریخ دمشق، ج:۵۱، ص:۳۱ سندہ صحیح]

تنبیہ: یہ عبارت الکامل لابن عدی کے مطبوعہ اور اکثر مخطوط سے گری ہوئی ہے۔ جب کہ حافظ ذہبی [سیر اعلام النبلاء، ج:۱۴،ص:۳۱۔ میزان الاعتدال، ج:۳، ص:۴۵۹] حافظ ابن حجر [لسان المیزان، ج:۵،ص:۴۱] اور ان میں حافظ ابن عساکر وغیرہ کو شامل کر لیجیے، نے حافظ ابن عدی سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

دکتور زہیر عثمان علی نور الکامل لابن عدی کا دراستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ جرح الکامل کے ایک مخطوط میں امام نعیم بن حماد کے ترجمہ میں موجود ہے۔'' [ابن عدی ومنهجه، ج:۲، ص:۱۸]

امام نعیم بن حماد اور ان کی مرویات پر اعتراضات کے مسکت جوابات کے لیے ملاحظہ ہو: امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ۔از استاذ محدث ارشاد الحق اثری، ص:۵۳۔۸۲۔ التنکیل لذہبی العصر المعلمی، ج:۱،ص:۴۹۳۔ ۵۰۰۔ وارشاد العباد فی ترجمۃ نعیم بن حماد للاستاذ المحدث الحافظ زبیر علی زئی حفظہما اللہ

دوسری جگہ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:''کہ ابن حماد (الدولابی) نے (امام) ابوحنیفہ کی جانب سے عذر پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ (راوی) معبد بن ہوذۃ (صحابی) ہے، کیوں کہ وہ (دولابی) (امام) ابوحنیفہ (کے مسلک) کی جانب مائل تھے، اس سند میں معبد کا ذکر حضرت (امام) ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا۔''

[الکامل لابن عدی، ج:۳،ص:۱۰۲۷]

حافظ ابن حجر نے بھی حافظ ابن عدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ الدولابی اپنے مذہبی تعصب میں بہت زیادہ افراط کا شکار تھے۔

[لسان المیزان، ج:۵،ص:۴۲]

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے عن منصور بن زاذان عن الحسن عند معبد عن النبی ﷺ کی سند سے درج ذیل حدیث بیان کی:

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا شخص نماز (کی ادائیگی) کے لیے آیا تو وہ گڑھے میں گر گیا (اسے دیکھ کر) کچھ لوگ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو (ان کی طرف) متوجہ ہو کر فرمایا: جس شخص نے تم میں قہقہہ لگایا ہے وہ وضو اور نماز (دونوں) دوبارہ لوٹائے۔''

[الکامل لابن عدی، ج:۳،ص:۱۰۲۷]

امام ابوحنیفہ کا حفظ حدیث وغیرہ کے ساتھ کوئی خاص شغف نہ تھا جس کی بنا پر وہ اس حدیث کی سند اور متن کا صحیح طور پر ضبط نہ کر سکے اور وہم کا شکار ہو گئے۔

محدثین اگر کسی راوی کے بارے میں جرح یا تعدیل کا کوئی حکم لگاتے ہیں تو اس حکم کی بنیاد اس راوی کی بیان کردہ مرویات کا دوسرے رواۃ کی روایات سے تقابلی جائزہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی راوی کے ثقہ صدوق یا کذاب دجال وغیرہ ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کی عدالت اور ضبط کا بخوبی علم ہوسکتا ہے۔ اس لیے اگر کسی راوی کے بارے میں کوئی حکم لگانا ہو اس راوی کی جمیع مرویات یا شبہ جمیع مرویات اور ان مرویات پر ائمہ کرام کے صریحاً یا اشارۃً احکام کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔

اگر امام ابوحنیفہ پر ان کے عہد زرّیں کے جلیل القدر اور عظیم الشان ائمہ کرام نے کوئی حکم لگایا تو انھوں نے ان کی مرویات کا تجزیہ کیا، اس روایت کو بیان کرنے والے دوسرے رواۃ کو بھی جانچا، ان کی روایات کو بھی دیکھا، تب جا کر امام صاحب کی روایت پر کوئی حکم صادر فرمایا۔ جیسا کہ آئندہ کی بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔

امام صاحب کا حدیث کے ساتھ معمولی تعلق ہونے کا اقرار احناف نے بھی کیا ہے۔ سیرت النعمان العلامہ شبلی النعمانی، ص:۱۵۴ ومقدمہ کتاب الآثار لابی یوسف۔ لابی الوفاء الافغانی۔ نیز دیکھیے: توضیح الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام از استاذ محدث ابوالبدر ارشاد الحق الاثری، ص:۹۳۱۔۹۴۷۔ اس کے مطالعے سے ان شاء اللہ اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ [جاری ہے]

❀❀............❀............❀❀

قارئین الاعتصام سے گزارش

❀......قارئین الاعتصام کو ان کا سالانہ زرِتعاون ختم ہونے پر بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع کر دیا جاتا ہے۔

❀......جن احباب کو پوسٹ کارڈ ملے تو وہ اپنا زرِتعاون دفتر الاعتصام میں بذریعہ نقد، ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال فرما دیا کریں۔ بصورتِ دیگر ادارہ الاعتصام اطلاعی کارڈ پوسٹ کرنے کے ایک ماہ بعد بذریعہ وی پی الاعتصام قارئین کو ارسال کرتا ہے۔

❀......قارئین سے گزارش ہے کہ اطلاع ملتے ہی رقم ارسال کریں اگر رقم نہ بھیج سکیں تو وی پی ضرور وصول فرمالیا کریں اور اگر کسی وجہ سے پرچہ اپنے نام جاری نہ رکھ سکیں تو بھی دفتر کو ضرور مطلع کر دیں تاکہ ادارے کو کسی قسم کا مالی خسارہ نہ ہو۔

❀......الاعتصام کے ساتھ مالی تعاون فرمانے والے حضرات تعاون بھیجتے وقت اپنے تعاون کا ذکر ضرور کیا کریں۔

امید ہے قارئین الاعتصام خود بھی الاعتصام پڑھتے ہیں اور مزید اپنے دوست واحباب کے نام جاری کروائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

[ادارہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000]

فتنہ مرزائیت کے خلاف اہل حدیث کی اوّلیات

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

انگریز نے برصغیر پر غاصبانہ قبضے کے بعد مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اوران کے درمیان مذہبی منافرت پیدا کرنے اورانھیں دعوت وجہاد کے پاکیزہ مشن سے دور رکھنے کے لیے ''مرزا غلام احمد قادیانی'' کے روپ میں جھوٹی نبوت کا دعویدار کھڑا کیا۔ انیسویں صدی کے آخری عشروں میں غلام احمد قادیانی نے یکے بعد دیگرے مجدد، مامور من اللہ، مثل مسیح، مسیح موعود اور بالآخر نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کرکے اپنے آقا انگریزوں کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کی۔ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے نے جب ماحول کو اپنے زہریلے اثرات سے آلودہ کرنا چاہا تو علمائے اہل حدیث نے فوراً اس کی خبر لی اوراس کے دعوؤں کی تمام تر حقیقت کو طشت از بام کیا۔

معروف مصنف، مترجم اورکئی تحقیقی وعلمی کتابوں کے مؤلف مولانا خالد سیف صاحب، متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی کتاب ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' (طبع طارق اکیڈمی، فیصل آباد ۲۰۰۱ء) کے حرف آغاز، ص:۱۰ پر لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اگرچہ ان علمائے کرام میں سے تھے جو اس دور میں مرزا صاحب کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے۔ لیکن جوں ہی مرزا صاحب نے کھل کر اپنی اصلیت کا اظہار کیا، تو سب سے پہلے حضرت مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے ہی مرزا صاحب کو کافر قرار دیا اور یہ اعزاز بھی مولانا بٹالوی رحمہ اللہ ہی کو حاصل ہے کہ اسلام اور قادیانیت کے مابین جو سب سے پہلا مناظرہ لاہور میں ہوا تھا، اس میں مسلمانوں کی طرف سے مناظر مولانا بٹالوی تھے اور قادیانیوں کی طرف سے حکیم نورالدین۔ مولانا بٹالوی نے اس مناظرے میں حکیم نورالدین کو ناکوں چنے چبوائے اور دلائل وبراہین کی طاقت سے اس طرح لاجواب کردیا کہ حکیم نورالدین یہ مناظرہ درمیان میں ہی چھوڑ کر لدھیانہ فرار ہوگیا، جہاں ان دنوں مرزا غلام احمد قیام پذیر تھا۔ بہرحال مولانا بٹالوی نے ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ میں مرزا صاحب کو تار ارسال کیا، جس میں تحریر تھا کہ آپ کا مرید خاص مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کرکے آپ کے پاس پہنچ چکا ہے، اسے مناظرے پر آمادہ کریں یا پھر خود مناظرے کے لیے تیار ہوجائیں۔''

مؤرخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب پر کفر کا سب سے پہلا فتویٰ مشہور اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے تیار کیا تھا اوراسے اپنے استاد عالی مرتبت حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کرکے اس پر ان کے دستخط کرائے تھے۔ مرزا صاحب اوران کے ساتھی اس سے نہایت پریشان ہوئے تھے۔ اس لیے مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دور دراز مقامات میں رہنے والے دوسو معروف وممتاز علمائے عظام سے خود مل کر یا اپنے نمائندے بھیج کر اس فتوے پر ان کے تائیدی دستخط کرائے تھے اوراس پر انھوں نے اپنی مہریں ثبت فرمائی تھیں۔ چناں چہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر وتکذیب حد سے گزر گیا ہے اور نہ صرف علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کو کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملارہے ہیں۔ ان لوگوں کے اغواء سے ہزاروں لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انھوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اوراپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین

کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا، بغیر تحقیق کے ایمان لے آئے۔''

[انجام آتھم از مرزا غلام احمد قادیانی، ص:۴۵، مطبوعہ:۱۸۹۷ء]

مولانا بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

فتوائے تکفیر کے بارے میں مرزا صاحب کی یہ عبارت بالکل واضح ہے اور انھوں نے صاف لفظوں میں تحریر کیا ہے کہ ان کو کافر قرار دینے کا فتویٰ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے لکھا اور سب سے پہلے اس فتویٰ پر حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ نے دستخط کیے اور ان کے دستخط دیکھ کر پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علماء اور سجادہ نشینوں نے بلکہ بقول مرزا صاحب کے وہ علماء وسجادہ نشین ''اس فتوے کو دیکھ کر'' اس پر ''ایمان لے آئے ہیں۔''

اس فتوے کے سلسلے میں دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین نے یہ فتویٰ لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی سے کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی بابت فتویٰ دے دے اور تمام مسلمانوں میں کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتوے اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب (براہین احمدیہ) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اوّل المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے۔'' [تحفہ گولڑویہ از مرزا قادیان، ص:۱۲۱، مطبوعہ قادیان:۱۹۱۴ء۔ ماخوذ ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' از مولانا محمد حنیف ندوی، طبع ۲۰۰۱ء، طارق اکیڈمی فیصل آباد، حرفے چند مولانا اسحاق بھٹی، ص:۲۰، ۲۱]

مرزا صاحب کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی ''تکفیر'' کے بانی مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ تھے اور حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اس تکفیر کی ''آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے تھے۔''

مولانا بٹالوی رحمہ اللہ مرحوم نے جو فتویٰ تکفیر مرتب کیا تھا وہ انھوں نے اپنے ماہنامہ رسالے اشاعت السنہ کی ایک ضخیم اشاعت خاص میں شائع کر دیا تھا۔ نومبر ۱۹۸۶ء میں اس فتویٰ تکفیر کا نقش ثانی دارالدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ مولانا بٹالوی مرحوم رحمہ اللہ کی یہ بہت بڑی خدمت ہے جو انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ تکفیر مرتب کر کے انجام دی۔ پھر جس اہل حدیث عالم دین نے مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کیے رکھا اور آخر دم تک تحریک ختم نبوت کے لیے سرگرم عمل رہے انھیں دنیا فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرت سری کے نام سے جانتی ہے۔ قادیانیت کے خلاف ان کی مکمل خدمات کو مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ'' میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب راقم کی تقدیم کے ساتھ اگست ۲۰۰۷ء میں مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور، کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کی بات سب سے پہلے اہل حدیث عالم دین مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳۔ جولائی ۱۹۸۷ء) نے کی تھی اور اس سلسلے میں انھوں نے ۱۹۵۰ء کے گرد وپیش مرزائیت سے متعلق نہایت اچھوتے انداز میں مضامین ہفت روزہ الاعتصام میں لکھے اور مرزائیت کا ردّ کیا۔ ان کے یہ مضامین بعد میں ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے تھے۔ بلاشبہ علمائے اہل حدیث نے قادیان تحریک کے خلاف بحث ومباحثے، مناظروں، مجادلوں اور تقریر وتحریر سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ افسوس کہ ''بعض الناس'' ان حقائق سے باخبر ہونے کے باوجود ''سہرا'' اپنے بزرگوں کے سر باندھنے کی کوشش کرتے ہیں اور علمائے اہل حدیث کی ردّ قادیانیت کے سلسلے کی خدمات سے پہلو تہی اختیار کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں تحریک ختم نبوت یا ردّ قادیانیت کے سلسلے میں اہل حدیث کی اوّلیات کا تذکرہ کر دیا جائے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے ''مرزائیت نئے زاویوں سے''

کے مقدمہ میں اور بعض دوسرے مقامات پر تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں اہل حدیث کی اولیات کا تذکرہ کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

① ...... مرزا غلام احمد پر تکفیر کا فتویٰ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے تیار کیا اور اس پر اپنے استاذ عالی قدر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے دستخط کروائے اور پھر پنجاب و ہندوستان کے تقریباً دو سو مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں اس فتوے کا مضمون پیش کیا اور ان سے اس طرح اس کی تصویب وتصدیق کرائی کہ انھوں نے اس پر دستخط ثبت فرمائے یا اپنی مہریں لگائیں۔

② ...... مرزا صاحب سے مقابلے کے لیے سب سے پہلے عالم جو قادیان گئے، وہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ تھے۔ یہ جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے، انھوں نے مرزا صاحب کے گھر جا کر انھیں للکارا، لیکن مرزا صاحب مقابلے کے لیے نہیں نکلے۔

③ ...... مرزائیوں سے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ نے شروع کیا۔

④ ...... جس تعداد میں مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ صاحب نے مرزائیوں سے مناظرے کیے اس تعداد میں کسی نے نہیں کیے۔

⑤ ...... مرزا صاحب نے مباہلے کا چیلنج سب سے پہلے اہل حدیث علمائے کرام کو دیا۔

⑥ ...... مسلمانانِ برصغیر کی طرف سے ''فاتح قادیان'' کا لقب مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ ہی کو دیا گیا۔

⑦ ...... مرزائیت کے خلاف سب سے زیادہ کتابیں اہل حدیث مصنفین نے لکھیں۔

⑧ ...... قیامِ پاکستان کے بعد ملک کے دستور میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تحریری صورت میں سب سے پہلے اہل حدیث عالم مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا، بلکہ مرزائیوں کو توجہ دلائی کہ وہ خود حکومت سے مطالبہ کریں کہ انھیں ملک کے دستور میں اقلیت کا مقام دیا جائے تاکہ ان کی مخالفت میں روز بروز کا سلسلہ ختم ہوجائے۔

⑨ ...... مرزائیت کے خلاف جتنی تحریکیں چلیں، ان میں سب سے زیادہ اہل حدیث علماء اور عوام نے حصہ لیا اور اس کے نتیجے میں حکومت نے انھیں گرفتار کیا۔

⑩ ...... مرزا غلام احمد کی تکذیب میں سب سے پہلے ۴۴ صفحات کا رسالہ مولانا اسماعیل علی گڑھی نے ۱۸۹۲ء میں لکھا۔

⑪ ...... مرزا قادیانی کی تردید وتکفیر میں اوّلین تفصیلی کتاب ۱۸۹۲ء میں قاضی سلیمان منصور پوری نے غایت المرام کے نام سے لکھی۔ اس وقت قاضی صاحب کی عمر ۲۵ سال تھی اس لحاظ سے وہ سب سے کم عمر مصنف تھے جنھوں نے شروع میں مرزا کے خلاف لکھا۔

⑫ ...... مرزا قادیانی کی تکفیر وتکذیب کے متعلق اوّلین الہامی فتویٰ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے لگایا۔

⑬ ...... اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ نے مرزا قادیانی کا اس پامردی اور تسلسل کے ساتھ پیچھا کیا کہ وہ شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہوگیا اور پکار اٹھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اس نے ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' کے عنوان سے اشتہار شائع کیا۔ اور اس سے گیارہ مہینے بعد وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو احمد بلڈنگس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے مکان پر ہیضے کی بیماری سے مرگیا۔ یہ اس کی واحد دعا یا بددعا تھی جو قبول ہوئی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس سے چالیس برس بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

⑭ ...... مرزائیت کے خلاف اہل حدیث کی اوّلیات میں ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے ان کے عقائد وافکار سے مطلع ہوکر مولوی عبدالحق غزنوی سے ان کا مباہلہ ہوا تھا، جس کا نتیجہ مرزا قادیانی کے خلاف نکلا۔

ان تاریخی حقائق وواقعات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ علمائے اہل حدیث ہی تھے جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مبلغوں کو ہر محاذ پر شکست فاش دی اور انھیں آڑے ہاتھوں لیا۔

فتنہ قادیانیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کی مساعی کو جاننے

کے لیے محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب لندنی کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیرنگرانی مکتبہ ترجمان دہلی کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور پاکستان میں یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

اس علمی وتحقیقی کتاب میں محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے فتنہ قادیانیت کی تردید اور اس کی بیخ کنی کے آغاز کی تاریخ، مرزا قادیانی کی راہ میں حائل شخصیات کا تذکرہ، سب سے پہلے متفقہ فتویٰ تکفیر کی داستان اور تحریک ختم نبوت کے حقیقی اوّلین بانی اور قائدین کے حالات وخدمات کو نہایت تحقیق اور ریسرچ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریریں اور مکتوبات بھی دلیل کے طور پر پیش کیے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ''تحریک تحفظ ختم نبوت پر ایک مستند، مدلل اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں فتنہ مرزائیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کے کارناموں سے آگاہی ملتی ہے وہیں بعض الناس کی طرف سے مسخ کردہ تاریخی حقائق کی قلعی بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ بعض الناس کو چاہیے کہ وہ دل چھوٹا نہ کریں اور جو حقیقت ہے اسے تسلیم کرتے ہوئے تاریخ کا حلیہ بگاڑنے سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق دے، آمین۔



دعائے مغفرت

محمد اصغر یزدانی برادر مولانا فاروق شاکر مرحوم خانیوال کے تایا جان جناب چوہدری محمد یوسف گزشتہ دنوں وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔

[محمد زبیر عابد شیخوپوری]

فاعتبروا یا اولی الابصار

جاوید چودھری

چند دن پہلے ایک باریش بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور چپ چاپ میرے سامنے بیٹھ گئے، ان کی آنکھوں سے پریشانی، اداسی اور مایوسی جھلک رہی تھی۔ میں نے ان سے پریشانی کا سبب پوچھا تو انھوں نے ایک سرد آہ بھری اور رک رک کر بولے ''گزشتہ برس حکومت نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن شروع کیا تھا'' میں خاموشی سے سننے لگا، وہ بولے ''اس آپریشن کے دوران حکومت نے پہلے جامعہ پر فائرنگ کی، پھر گولے پھینکے اور اس کے بعد چند موذی کیمیکلز اور گیسیں استعمال کی تھیں جن کے باعث ہزاروں بچیاں نا صرف شہید ہوگئیں بلکہ ان کی نعشیں بھی شناخت کے قابل نہیں رہی تھیں'' وہ رو کے اور دم لے کر دوبارہ بولے ''حکومت نے ان تمام نعشوں کو چپ چاپ اسلام آباد میں دفن کر دیا تھا، ان بچیوں میں میری بچی بھی شامل تھی۔

میں روز مانسہرہ سے اسلام آباد آتا ہوں، قبرستان جاتا ہوں اور ایک ایک کر کے تمام قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہوں، میں سوچتا ہوں شائد یہ قبر میری بیٹی کی ہو یا پھر وہ قبر ہو یا پھر آخری قبر میں میری بیٹی سو رہی ہو'' وہ رکے اور دوبارہ بولے ''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کوئی شخص مجھے میری بیٹی کی قبر کی نشان دہی کر دے لیکن افسوس اس زندہ شہر میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو میری یہ خواہش پوری کر دے'' بابا جی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، میں نے بابا جی سے عرض کیا ''میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں، میں آپ کے درد میں شریک ہوسکتا ہوں لیکن آپ کی بیٹی......'' میں فقرہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا، بابا جی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ میرے دل پر گرنے لگے، انھوں نے کندھے سے چادر کا پلو کھینچا، آنکھوں کو صاف کیا، ہاتھ میری طرف بڑھایا، ایک غم ناک آہ بھری اور بوجھل قدموں سے میرے دفتر سے باہر نکل گئے۔

بابا جی چلے گئے، پیچھے میں تھا اور بابا جی کے آنسو اور آہیں تھیں، میں سوچنے لگا کہیں یہ آنسو اور آہیں اس ملک کے تمام مسائل کی بنیاد تو نہیں، کہیں یہ دکھے دل اور یہ زخمی سانسیں اس ملک کے بحرانوں کا اصل سبب تو نہیں ہیں۔

میں سوچنے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں رزق کیوں کم کر دیا اور اس نے بجلی، گیس، پانی اور تیل کیوں اٹھا لیا، میری سوچیں وسیع ہوتی چلی گئیں اور مجھے بچپن میں پڑھا ہوا ایک واقعہ یاد آ گیا، ہزاروں سال پہلے یہودیوں کی کسی بستی میں قحط پڑ گیا، بستی کی ساری زمینیں بنجر ہوگئیں، سارے جانور ایک ایک کر کے مر گئے، سارے درخت سوکھ گئے اور انسان انسان کو کاٹ کر کھانے لگا، بستی کے لوگوں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعائیں کیں لیکن بارش نہ ہوئی، لوگوں نے دوسری بستیوں سے غلہ منگوایا لیکن اس غلے کو کیڑا لگ گیا، لوگوں نے نقل مکانی شروع کی تو انھیں کوڑھ کا مرض لاحق ہوگیا اور دوسری بستی کے لوگوں نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چناں چہ بستی کے لوگ گلیوں اور بازاروں میں بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے موت بھی ان لوگوں سے روٹھ گئی ہو، قحط کے اس دور میں کسی نے مشورہ دیا ''فلاں گاؤں میں اللہ کا ایک نبی رہتا ہے چلو چل کر اس سے دعا کراتے ہیں'' بستی کے لوگ نبی کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے سامنے گڑگڑانے لگے، نبی کو ان پر ترس آ گیا اور انھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے، ابھی نبی نے دعا شروع نہیں کی تھی کہ ان پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ ان بدبختوں سے کہیں ان کی بستی میں میرا ایک مقرب بندہ رہتا ہے اور انھوں نے دو سال سے اس کا حقہ پانی بند کر رکھا ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے میرا بندہ بھوکا اور پیاسا رہے اور میں ان لوگوں کے دستر خوان آباد رکھوں، ان سے کہہ دیجیے جب تک میرے بندے کو روٹی،

پانی اور دوا نہیں ملے گی اس وقت تک کوئی دعا، کوئی عبادت اور کوئی ترکیب ان کے کام نہیں آئے گی۔''

بستی کے لوگ واپس گئے، انھوں نے اللہ کے مقرب بندے سے معافی مانگی اور اسی شام بارش شروع ہوگئی، اس بستی کا قحط ختم ہوگیا۔ ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے سکھی، مطمئن، خوش حال اور پرسکون نہیں رہ سکتا اور ہم لوگ لمحہ موجود میں انتہائی بےسکون، بدحال، غیر مطمئن اور ٹینس ہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کیوں؟ اس کیوں کی کوکھ میں بابا جی جیسے سینکڑوں لوگوں کے آنسو، آہیں اور درد چھپا ہے اور جب سے وہ بزرگ میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، مجھے محسوس ہوتا ہے ہمارے ان تمام مسائل کی وجوہات لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں پیوست ہیں۔

حکومت نے ۳۔ جولائی ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد کی لال مسجد اور اس سے ملحقہ دارالعلوم حفصہ کا گھیراؤ کیا تھا، اس مدرسے میں یتیم بچیاں دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں، ۳ سے ۱۰ جولائی تک اس جگہ انتہا درجے کا ظلم ہوا جس میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق تین سے چار سو اور غیر سرکاری اندازے کے مطابق ایک ہزار بچیاں شہید ہوگئیں۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جسے آج پرانی حکومت کے عہدیدار بھی ظلم قرار دے رہے ہیں۔ چودھری شجاعت حسین سے لے کر ڈاکٹر شیر افگن تک ماضی کے تمام حکمران اس اقدام کی مذمت کر چکے ہیں۔ لہٰذا مجھے محسوس ہوتا ہے، ہوسکتا ہے اس ظلم سے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ناراض ہوگیا ہو اور ہمارے موجودہ حالات کی خرابی کی وجہ اللہ تعالیٰ کی یہ ناراضی ہو۔

آپ خود فیصلہ کیجیے، حکومت نے لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کی بجلی کاٹ دی تھی، آج پورے ملک کی بجلی بند ہے، حکومت نے یتیم بچیوں کی خوراک کی سپلائی روک دی تھی، آج پورے ملک سے آٹا غائب ہے، حکومت نے لال مسجد کا پانی بند کیا تھا، آج ہمارے سارے ڈیم، سارے دریا اور ساری نہریں سوکھ چکی ہیں۔ حکومت نے مسجد کے گرد کرفیو لگایا تھا، آج پورا ملک صدر مشرف کی ایمرجنسی کے نتائج بھگت رہا ہے۔ عدالتوں نے مدرسے کی یتیم بچیوں کو انصاف نہیں دیا تھا، آج پاکستان کا پورا عدالتی نظام ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ حکومت نے مدرسے کا پٹرول ٹینک اڑا دیا تھا، آج پورا ملک پٹرول کے شدید بحران میں مبتلا ہے۔ حکومت نے شہید بچیوں کے لواحقین کو احتجاج نہیں کرنے دیا تھا، آج پورے ملک میں احتجاج ہو رہے ہیں۔ مدرسے کے اندر شہید بچیوں کی نعشیں جلا دی گئی تھیں، آج ملک میں لوگ لوگوں پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا رہے ہیں۔ حکومت نے اس ایشو سے امریکا سے ڈالر لیے تھے، آج ہمارا روپیہ ڈی ویلیو ہوتا چلا جا رہا ہے اور حکومت نے اس ظلم کے لیے فوج اور رینجرز کو استعمال کیا تھا، آج فوج کے تمام اعلیٰ افسر اور سنٹرز خودکش حملوں کا ٹارگٹ ہیں۔

ہم تھوڑا سا مزید آگے چلتے ہیں، یہ آپریشن صدر پرویز مشرف نے کرایا تھا، آج اس ملک میں صدر پرویز مشرف کی کیا پوزیشن ہے، اس آپریشن کی تحریری اجازت شوکت عزیز نے دی تھی، آج وہ شوکت عزیز کہاں ہے؟ اس آپریشن کے دوران مسلم لیگ ق کی حکومت تھی، آج وہ مسلم لیگ ق کہاں ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بےنظیر بھٹو نے اس آپریشن کے حق میں بیان دیا تھا، محترمہ کتنی بڑی ٹریجڈی کا شکار ہوئیں۔ مولانا فضل الرحمٰن اور ایم ایم اے نے یہ آپریشن رکوانے کی کوششیں نہیں کیں، آج ایم ایم اے اور مولانا فضل الرحمٰن کی کیا پوزیشن ہے اور مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف نے مدرسہ کی بچیوں کی کھل کر حمایت نہیں کی تھی، قدرت نے انھیں بھی کھل کر حکومت نہیں دی۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا یہ تھیسس سو فیصد درست ہے لیکن اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے امکان کو مسترد نہیں کر سکتے۔ چناں چہ میرا خیال ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگنی چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے ورنہ ہمارے مسائل میں اسی طرح اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے حصے کی تمام نعمتیں مدرسہ حفصہ کی بچیوں کی قبروں میں دفن کر دی ہیں اور جب تک ہم توبہ نہیں کرتے، ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں مناتے ہمیں یہ ساری نعمتیں واپس نہیں ملیں گی۔ ہم اس وقت تک اسی طرح آٹے، بجلی اور پانی کو ترستے رہیں گے۔ [بہ شکریہ، روزنامہ ایکسپریس ۲۳/ ۰۵/ ۲۰۰۸ء]



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ

تالیف: مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ

ضخامت: ۳۲۴صفحات

قیمت: ۲۰۰/- روپے

ناشر: مکتبہ محمدیہ، قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ ایسی نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک تھے جنھوں نے اپنی ساری زندگی اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کرتے ہوئے گزاری۔ یوں تو انھوں نے عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، آریوں، شیعوں، حنفیوں وغیرہم کے ساتھ مناظرانہ پنجہ آزمائی کی اور ہر مناظرے میں اپنے مدمقابل کو زیر کیا۔ سب سے زیادہ تگ ودو انھوں نے برصغیر میں خطرناک فتنے ''قادیانیت'' کے خلاف کی۔

مولانا ثناء اللہ امرت سری رحمہ اللہ نے ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۳ء کو ایک ہفت روزہ اخبار ''اہل حدیث'' جاری فرمایا۔ یہ ہفت روزہ اخبار ۴۴ برس جاری رہا۔ اس مجلّے میں موصوف نے قادیانیت اور اس کے بانی کے خلاف بہ دلائل مضامین وتبصرے شروع کیے اور ان کے ہر کلام، ہر مضمون اور ہر بات کا مسکت جواب دینا شروع کیا تو مرزا غلام احمد قادیانی بڑا اسپٹپٹایا اور آخر تنگ آ کر ایک خط مولانا امرت سری رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ یہی وہ مشہور خط ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی تھی کہ جو سچا ہے اور جس کا کلام سچا ہے وہ بچ رہے اور جو جھوٹا ہو وہ موذی مرض کے ذریعے عبرت ناک موت سے ہم کنار ہوجائے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی گئی تھی وہ قبول ہوگئی۔

اس طرح اس خط کے ایک سال ایک ماہ بعد جھوٹا (مرزا قادیانی) اپنی ہی دعا کے نتیجے میں سچے (مولانا ثناء اللہ صاحب) کی زندگی میں ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو برانڈرتھ روڈ لاہور کی احمدیہ بلڈنگ میں بعارضہ ہیضہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا، اور مولانا امرت سری رحمہ اللہ مرزا کی موت کے بعد ۴۰ سال حیات رہے اور مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں انتقال فرمایا، اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

زیر تبصرہ کتاب برصغیر کے شہرت یافتہ عالم دین مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سری رحمہ اللہ کے حالات، سوانح، تعلیم وتعلم، تبلیغی وتربیتی کاوشیں، صحافتی ومسلکی خدمات کا بہ ترتیب تذکرہ جمع فرمایا ہے۔

اس کتاب کا احاطہ یوں تو مؤلف نے مولانا امرت سری رحمہ اللہ کی طرف سے کیے گئے تمام فرقِ باطلہ کے خلاف مواد کو جزوی اکٹھا کر کے کیا ہے۔ لیکن زیادہ تر قادیانیوں کے خلاف کی گئی کاوش کو اس کتاب کا ماخذ بنایا گیا ہے۔ فتنہ قادیانیت ایک زخمی سانپ کی طرح ہے۔ یہ اپنے بانی کی سو سالہ موت کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ چوں کہ اس فتنے کی آبیاری انگریز سامراج نے کی تھی۔ اسی کی آشیر باد سے یہ اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ چناب نگر (ربوہ) سے جرمنی اور جرمنی سے لندن انھی کی آغوش میں رہتا ہے جس نے اسے ابتدائی کھاد دے کر زندہ رکھا ہوا ہے۔

مؤلف نے قادیانیت کے خلاف لکھی گئی مولانا امرتسری رحمہ اللہ کی کتب اور ان پر تبصرہ وتشریح جمع کر کے قادیانیت کو سمجھنے کا کافی مواد اکٹھا کر دیا ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سری رحمہ اللہ کی خدمات اور تعاقب قادیانیت اتنا مبسوط اور مدلل تھا کہ اسے تمام مکاتب فکر عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی بھی مسلم شخص اُس وقت تک قادیانیوں سے علمی وتحقیقی طور پر بات نہیں کر سکتا جب تک مولانا ثناء اللہ صاحب کی کتب کا مطالعہ نہ کرلے۔ یہ کتاب فتنہ قادیانیت کو سمجھنے کے لیے ایک بہترین کوشش ہے۔ اسے پڑھ کر اس فتنے کی سرکوبی کرنا ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ یہ کتاب دارالکتب السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور اور اردو بازار لاہور کے اہل حدیث کتب خانوں پہ دستیاب ہے۔



فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۱۵ء۲۹۷ عبدالماجد دریابادی

ع۵۰۷ق ترجمۃ القرآن، ص:۹۶۶، عمران کمپنی لاہور۔س،ن

۱۵ء۲۹۷ مولانا عبدہ الفلاح

ع۵۷۴ق اشرف الحواشی، ص:۷۳۰، مہتاب کمپنی ایبک روڈ لاہور۔ س،ن۔(فوائد سلفیہ المسمّٰی بہ اشرف الحواشی)

۱۵ء۲۹۷ عبدالرحمٰن کیلانی

ع۶۱ق تیسیر القرآن، ص:۶۸۶، دارالسلام وسن پورہ لاہور۔ س،ن۔حاشیہ عتیق الرحمٰن کیلانی

۱۵ء۲۹۷ ڈاکٹر محمد عثمان

ع۶۲ق الکتاب (ترجمہ قرآن)، ص:۴۲۸، قرآن فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۶۰ھ۔(اردو کی قدیم وجدید تراجم وتفاسیر سے مرتب بامحاورہ ترجمہ)

۱۵ء۲۹۷ محمد غوث پشاوری

غ۵۷ق القرآن الحکیم، ص:۹۷۴، دارالعلوم عثمانیہ ۱۹۸۲ء۔(محشی مولانا عارف باللہ)

۱۵ء۲۹۷ فتح محمد جالندھری

ف۳۵ق ترجمۃ القرآن، ص:۱۰۶۷، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی ۱۹۹۹ء ① ترجمہ وتفسیر شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر، ② ترجمہ وتفسیر فتح محمد جالندھری۔

۱۵ء۲۹۷ سید فرحان علی

ف۱۰۵ق ترجمۃ القرآن، ص:۷۲۶، عمران کمپنی لاہور۔س،ن

۱۵ء۲۹۷ سید فرحان علی

ف۱۰۵ق ترجمۃ القرآن، ص:۷۲۶، چاند کمپنی کشمیری بازار لاہور۔ س،ن

۱۵ء۲۹۷ مولانا محمد علی

م۶۹ق بیان القرآن، ص:۱۱۵۳، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۱۳۸۲ھ

۱۵ء۲۹۷ شبیر احمد عثمانی

ش۳۵ق قرآنِ مجید مترجم ومحشی، ص:۸۰۶، دارالتصنیف لمیٹڈ کراچی۔س،ن

۱۵ء۲۹۷ شبیر احمد عثمانی

ش۳۵ق القرآن الکریم الی اللغۃ الاردیۃ، ص:۸۰۶، خادم حرمین شریفین، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ ۱۹۹۳ء

۱۵ء۲۹۷ مولانا شبیر احمد عثمانی

س۳۵ق القرآن الحکیم، ص:۸۰۸، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔س،ن

۱۵ء۲۹۷ مولانا محمود الحسن

م۵۷ق قرآنِ مجید مترجم، ۷۹۴، مکتبہ نورانی اچھرہ لاہور۔س،ن (فوائد شبیر احمد عثمانی)

۱۵ء۲۹۷ سید مقبول احمد

م۶۹ق ضمیمہ جات مقبول ترجمہ وحواشی، ص:۶۴۰، آغا سلطان مرزا پرنٹر اینڈ پبلشرز۔س،ن



جناب خلیل اے ملک کی اہلیہ کا انتقال پر ملال

دارالدعوۃ السّلفیہ کے محبّ خاص، محترم خلیل اے ملک کی اہلیہ محترمہ جمعرات ۲۲۔مئی ۲۰۰۸ء کو وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ کچھ عرصہ سے علیل چلی آ رہی تھیں۔صالحہ ومہمان نواز خاتون تھیں۔اس پیرانہ سالی میں جناب خلیل اے ملک کے لیے اُن کی جدائی کا صدمہ بڑا گہرا ہے۔اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی نعمت سے نوازے۔قارئین بھی مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ [ادارہ]

اختلافات ختم کرنے کی استدعا

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکا اور اس کے اتحادی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کی اہانت اُن کا روز کا معمول ہو گیا ہے۔ اس تناظر میں اہل اسلام خصوصاً اہل حدیث کو آپس میں متحد و متفق ہونا چاہیے۔ جب اہداف ایک ہیں تو پھر اختلاف کیسا؟ اہل حدیث جماعتوں اور گروپوں میں باصلاحیت نوجوان اور افراد کی کمی نہیں۔ اس لیے اگر اہل حدیث دوسری کسی جماعت کے حلیف بن کر چل سکتے ہیں تو یہ آپس میں بھی متحد ہو جائیں تو یقیناً ایک قوت ثابت ہو سکتے ہیں۔

[پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری، خطیب جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور]

تصحیح فرمالیں:

گزشتہ شمار بابت ۲۳ تا ۲۹ مئی ۲۰۰۸ء تسلسل کے اعتبار سے ۲۱ نمبر شمارہ ہے۔ غلطی سے اس کے صفحہ اوّل پر ۲۰ درج ہو گیا تھا۔ قارئین اسے ۲۱ نمبر کر لیں۔ [منیجر]

داخلہ جاری ہے